الفرقان

ماہنامہ — ربوہ

~~مارچ~~ اپریل ۱۹۷۴ء

جرمنی کے دو مجاہد

21 جنوری 1974 کو محترم ملک منصور احمد صاحب شاهد اور محترم مولوی حیدر علی صاحب شاهد جرمنی میں تبلیغ اسلام کے لئے ربوہ سے روانہ ہوئے اللہ تعالیٰ ہر دو کا حامی و ناصر ہو اور اعلیٰ خدمات دینیہ بجا لانے کے بعد کامرانی سے واپس لائے۔ آمین

سالانہ اشتراک

پاکستان — دس روپے
بیرونی ممالک ہوائی ڈاک — اڑھائی پونڈ
بیرونی ممالک بحری ڈاک — سوا پونڈ
فی پرچہ پاکستان — ایک روپیہ

مدیر مسئول:
ابو العطاء جالندھری

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے زیر اہتمام سنت نبوی کے احیاء کے سلسلہ میں ماہ فروری میں نیزہ بازی اور گھوڑدوڑ کا مقابلہ ھوا ۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز میدان مقابلہ میں رونق افروز ھیں ۔

قارئین کرام اس سلسلہ میں ''حضرت غوث اعظم کے اصطبل کی سیر'' کے عنوان سے ایک اقتباس صفحہ ۱۹ پر ملاحظہ فرمائیں ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جلد ۲۴ / نمبر ۴	ماہنامہ **الفرقان** ربوہ / اپریل ۱۹۷۴ء	ربیع الاول ۱۳۹۴ ہجری قمری / شہادت ۱۳۵۳ ہجری شمسی

دینی اور تعلیمی و تبلیغی!

مجلّہ

الفرقان ربوہ

(ایڈیٹر: ابوالعطاء جالندھری)

مجلس ادارۂ تحریر

صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب بی۔ اے ربوہ

خان بشیر احمد خان صاحب رفیق بی۔ اے لندن

مولوی عطاء المجیب صاحب راشد ایم۔ اے ربوہ

مولانا دوست محمد صاحب شاہد مولوی فاضل ربوہ

عربی بول چال

انشاء اللہ العزیز ماہ مئی سے الفرقان کے ہر نمبر میں عربی بول چال کے دو سبق شائع ہوا کریں گے جن سے فہم قرآن میں اور عربی زبان میں گفتگو کرنے میں سہولت ہوگی۔ و باللہ التوفیق۔

سالانہ اشتراک

پاکستان: دس روپے

بیرونی ممالک: ہوائی ڈاک ۲½ پاؤنڈ

" بحری ڈاک ۱½ پاؤنڈ

قیمت فی رسالہ: ایک روپیہ

ترتیب

• جناب وزیر اعلیٰ بلوچستان کا بیان (مولوی شمس الدین کا قتل کسی سازش کا نتیجہ نہیں)	ایڈیٹر	صہ ۲
• حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر صحابہؓ کے تین اجماع	"	۳
• سیرۃ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک نظر	محترم مولوی عطاء المجیب صاحب راشد	۹
• نعت نبوی "	اقتباس از درثمین	۱۶
• حاصل مطالعہ (دلچسپ اقتباسات)	محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد	۱۷
• شیعہ کتب کے چند نہایت مفید حوالے	محترم مولانا سید احمد علی صاحب مربی سلسلہ گوجرانوالہ	۲۷
• چل رہا ہے اور چلتا جائیگا یہ قافلہ (نظم)	محترم جناب ابوالاقبال نسیم سیفی صاحب	۳۰
• قول فرقان (نظم)	محترم جناب چودھری عبدالسلام صاحب اختر ایم۔ اے	۳۲
• ماہنامہ طلوع اسلام کے دو مقالوں کا جواب	محترم جناب پیر معین الدین صاحب	۳۳
• بنام شورش کاشمیری (نظم)	محترم جناب رحمت اللہ خان صاحب شاکر سیالکوٹ	۴۱
• حضرت مسیح موعودؑ کا بے نظیر علمی معجزہ	محترم مولانا غلام احمد صاحب فرخ فیجی	۴۲
• گیانا جنوبی امریکہ سے ایک مبلغ کا مکتوب	محترم مولانا محمد صدیق صاحب شاہد	۴۵
• متفرقات	مدیر	۴۶

جناب وزیر اعلیٰ بلوچستان کا بیان

مولوی شمس الدین کا قتل کسی سازش کا نتیجہ نہیں

ان دنوں جماعت احمدیہ کے خلاف اشتعال انگیزی کے لئے کذب و افترا اور جعلسازی کی نہایت خطرناک مہم جاری ہے۔ کاذب اور جھوٹے افسانوں کا اتنا طومار کھڑا کیا جا رہا ہے کہ ہمارے لئے ایک ایک کذب بیانی کی تردید کرنا بھی مشکل ہے فالی اللہ المشتکیٰ۔

گزشتہ سال فورٹ سنڈیمن بلوچستان میں غریب قلیل التعداد احمدیوں پر انتہائی تشدد اور ظلم کیا گیا۔ "تحریف قرآن" کا جھوٹا افسانہ بنا کر بے حد اشتعال انگیزی کی گئی۔ احمدیوں کو گھروں سے بے گھر کر دیا گیا۔ اس ساری تحریک کے سرغنے بقول مدیر لولاک مولوی شمس الدین ڈپٹی سپیکر تھے۔

پچھلے دنوں مولوی شمس الدین سفر کرتے ہوئے فورٹ سنڈیمن کے قریب قتل کر دیئے گئے۔ دشمنان حق علماء کی نظر اللہ تعالیٰ کی طرف پر ہوتی نہیں انہوں نے عوام میں مزید اشتعال انگیزی کے لئے شور مچا دیا کہ "مولانا کا بے دردانہ قتل صرف مرزائیوں کی سازش کا نتیجہ ہے" حنفی اور اہلحدیث اخبار و رسائل اس سیاہ جھوٹ کی اشاعت میں دن رات مصروف ہو گئے اور ہم مظلوم احمدیوں کے لئے اللہ کی بارگاہ میں دعا کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ وہ ان جھوٹے اخبارات کے فتنہ و فساد سے بچائے۔ اللہ تعالیٰ نے مظلوموں کی دعا کو سنا۔ اس نے جناب جام غلام قادر خان صاحب وزیر اعلیٰ بلوچستان کو توفیق دی کہ انہوں نے پریس کانفرنس میں ذیل کا بیان دیا۔ روزنامہ امروز لاہور لکھتا ہے:۔

"جام غلام قادر نے کہا کہ بلوچستان اسمبلی کے ڈپٹی سپیکر مولوی شمس الدین کا قتل سیاسی نہیں تھا اور نہ ہی کسی سازش کا نتیجہ تھا۔ حکومت کے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے یقین دلایا کہ مولوی شمس الدین کے قاتل کو عنقریب گرفتار کر لیا جائیگا اور اس کے خلاف قانونی کارروائی کی جائیگی۔ حکومت اس معاملہ میں انصاف سے کام لیگی۔ وزیر اعلیٰ نے کہا کہ تحقیقات سے یہ پتہ چلا ہے کہ ایک شخص شاہ وزیر جس نے مولوی شمس الدین کے ساتھ کوئٹہ سے فورٹ سنڈیمن تک ۲۰۰ میل کا سفر کیا ان کے قتل کا ذمہ دار ہے۔ جام غلام قادر نے تحقیقات پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ شاہ وزیر مولوی شمس الدین کے بہت قریب تھا وہ آزادانہ طور پر مولوی صاحب سے ملا اور بالآخر فورٹ سنڈیمن تک ان کے ساتھ سفر کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ وزیر اعلیٰ نے کہا کہ مولوی شمس الدین نے پہلے سفر کا پروگرام ملتوی کر دیا تھا لیکن بالآخر شاہ وزیر انہیں سفر کرنے پر آمادہ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ مولوی شمس الدین نے شاہ وزیر کی درخواست پر اپنے ذاتی محافظ اور ڈرائیور کو اپنے سفر میں اپنے ساتھ نہ لینے کا فیصلہ کیا۔ وزیر اعلیٰ نے کہا کہ پاؤں کے نشانات کے علاوہ دوسرے بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاہ وزیر کار سے نیچے اترا اور بہت قریب سے مولوی شمس الدین پر گولی چلائی گئی۔ وزیر اعلیٰ نے یہ بھی بتایا کہ شاہ وزیر پہلے سفر کے دوران عوام کی نگاہوں سے پوشیدہ رہا۔" (امروز ۱۶ اپریل ۷۴ء)

ہمارے نزدیک قتل و غارت بھی یقیناً قابل مذمت ہے لیکن بے گناہ لوگوں پر جھوٹا الزام بھی کم قابل مذمت نہیں۔ کیا یہ مخالف اخبارات آئندہ افتراء پردازی سے اجتناب کریں گے؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات

پر صحابہ کرامؓ کے تین اہم اجماع!

صحابہؓ کا عقیدہ

عہدِ نبوی میں سب مسلمان اسی عقیدہ پر قائم تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے مبعوث ہونے والے جملہ انبیاء و مرسلین وفات پا چکے ہیں ان میں سے کوئی بھی جسمانی طور پر زندہ نہیں ہے۔ یہ تو کسی کے وہم میں بھی نہ تھا کہ نبیوں میں سے ایک نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام چھ سو برس سے جسم خاکی سمیت آسمانوں پر زندہ جوان کے جوان بیٹھے ہیں نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں نہ بوڑھے ہوتے ہیں۔

قرآن مجید نے یہود و نصاریٰ کے اس زعم کو بڑے زور سے باطل قرار دیا کہ حضرت مسیحؑ صلیب پر قتل کر دیئے گئے تھے۔ قرآن پاک نے اس غلط زعم کے نتائج کو بھی جو یہود اور نصاریٰ کا عقیدہ بن چکے تھے باطل ٹھہرایا۔ اِن حضرت مسیحؑ کے طبعی طور پر وفات پا جانے کا قرآن مجید میں بار بار ذکر فرمایا ہے اور اس کے لئے لفظ توفّی کو اختیار کیا ہے۔

حیاتِ مسیحؑ کا خیال کیسے پیدا ہوا؟

یہ تو جب عیسائی لوگ اسلام میں بکثرت داخل ہوئے اور بعض نصرانی پادری مسلمانوں کے عقائد میں خرابی پیدا کرنے کی نیت سے اسلام میں شامل ہوتے تھے تو انہوں نے امتِ محمدیہ پر حضرت مسیح موعود کی آمد کے متعلق عقیدہ سے نیز اس احترام جو اسلام نے حضرت مسیح بن مریم کے لئے مسلمانوں کے دلوں میں پیدا کر دیا تھا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اس عیسائی عقیدہ کو کہ حضرت مسیحؑ آسمان پر جسم خاکی کے ساتھ زندہ بیٹھے ہیں پھیلانا شروع کر دیا۔ روایات وضع کی گئیں صحابہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے امت میں ان روایات کو رواج دیا گیا اور ایک عرصہ بعد از دو طبیعتوں نے اس عقیدہ کو اپنا لیا ورنہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے عہدِ سعادت مہد میں امت کا یہی عقیدہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے سب رسول فوت ہو چکے ہیں ان میں سے ایک بھی زندہ نہیں ہے۔

وفاتِ مسیحؑ کے عقیدہ کی ایک قرآنی اساس

صحابہ کرامؓ کے اس عقیدہ کی ایک ٹھوس اساس وہ آیت کریمہ تھی جو غزوہ اُحد میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زخمی ہو کر گر جانے اور دشمنوں کی طرف سے آپ کی شہادت کے اعلان کی وجہ سے بعض مسلمانوں کے گھبرا جانے پر نازل ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ (آل عمران) کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے محض رسول ہیں (خدا یا

خدا کے بیٹے نہیں کہ ان پر موت نہ آئے) ان سے پہلے آنے والے سب رسول وفات پا چکے ہیں پس اگر یہ رسول طبعی موت سے فوت ہو جائے یا بالفرض شہید کیا جائے تو کیا تم اپنی ایڑیوں کے بل پھر شرک کی طرف پھر جاؤ گے؟

وفاتِ مسیحؑ پر صحابہؓ کا پہلا اجماع

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عملی طور پر تین اجماع بھی اس بارے میں ہوئے ہیں۔ پہلا اجماع اُس وقت مدینہ منورہ میں ہوا جب رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا اور حضرت عمرؓ فرطِ محبت میں اعلان فرما رہے تھے کہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وفات یافتہ کہے گا میں اسکی گردن اُڑا دوں گا۔ اس نازک وقت میں سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ منبرِ نبویؐ پر چڑھے اور آپ نے مسجد نبوی میں اعلان فرمایا کہ:۔

"اما بعد من کان منکم یعبد محمدًا صلی اللّٰہ علیہ وسلم فان محمدًا قد مات ومن کان منکم یعبد اللّٰہ فان اللّٰہ حیٌّ لا یموتُ قال اللّٰہ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ الی قولہ الشّاکِرِیْنَ وقال واللّٰہ لکان النّاس لم یعلموا ان اللّٰہ انزل ھذہ الاٰیۃ حتّٰی تلاھا ابوبکر فتلقاھا منہ النّاس فما اسمع بشرًا الّا یتلوھا"

(صحیح البخاری جلد ۲ صفحہ ۱۶۳ مطبوعہ مصر)

لوگو! تم میں سے جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا اور آپؐ کو معبود سمجھتا تھا اُسے معلوم ہو جانا چاہیئے کہ آج آپؐ واقعی وفات پا چکے ہیں اور جو تم میں سے اللہ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ یقیناً زندہ ہے اس پر موت نہیں آسکتی۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرما چکا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف ایک رسول ہیں ان سے پہلے آنے والے سب رسول فوت ہو چکے ہیں۔ پس اگر یہ وفات پا جائیں تو کیا تم ارتداد اختیار کر لو گے۔ راوی کہتے ہیں کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا آیت وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل کے نزول کا لوگوں کو اسی وقت علم ہوا جب حضرت ابوبکرؓ نے اسکی تلاوت فرمائی پھر تو لوگ اسی آیت کو پڑھ رہے تھے جسے میں سنتا وہ یہ آیت پڑھ رہا تھا"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صحابہؓ کا مسجد نبویؐ میں یہ پہلا حقیقی اجماع تھا جس میں صحابہؓ نے اس بنا پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کو تسلیم کیا کہ حضورؐ سے پہلے کے بھی سب رسول وفات پا چکے ہیں۔ ان پہلے رسولوں میں حضرت عیسیٰؑ بھی شامل تھے اگر کسی صحابی کے ذہن میں ذرا سا بھی شبہ ہوتا کہ وہ آسمانوں پر خاکی جسم کے ساتھ زندہ ہیں تو وہ فی الفور اس کا ذکر کرتا۔ پس ایسا کوئی خیال کسی صحابی کے دل میں نہ تھا سب صحابہؓ پہلے رسولوں کی وفات کے قائل تھے۔ اگر بالفرض نبوت سے آنے والے کسی مخلص صحابی کے ذہن پر کچھ اثر ہوگا تو وہ بھی خطبۂ صدیقی کی جلالتِ شان اور آیتِ قرآنی کی صراحت

سے کافور ہو گیا ہو گا۔ بہر حال یہ صحابۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا اجماع ہے جس سے بالوضاحت ثابت ہے کہ صحابۂ کرام جملہ نبیوں کو جن میں حضرت مسیح بھی شامل ہیں وفات یافتہ یقین کرتے تھے اور یہی اسلامی عقیدہ ہے۔

وفاتِ مسیح پر صحابہؓ کا دوسرا اجماع

دوسرا اجماع اسی موقعہ پر علاقہ بحرین میں اُن مسلمانوں کا ہوا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر عرب قبائل میں ارتداد کی ایک لہر چل پڑی۔ اہل البحرین نے بھی ارتداد کا ارادہ کیا مگر اللہ تعالیٰ نے قبیلہ عبد القیس کو حضرت جارود بن المعلی رضی اللہ عنہ کے خطبہ کے نتیجہ میں اسلام پر ثابت قدم رکھا۔

(الف) تاریخ الکامل بن اثیر میں لکھا ہے :۔

"لما قدم الجارود بن المعلی العبدی علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم وتفقہ ردہ الی قومہ عبد القیس فکان فیھم فلما مات النبی صلی اللہ علیہ وسلم وکان المنذر بن ساوی العبدی مریضًا فمات بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقلیل۔ فلما مات المنذر بن ساوی ارتد بعدہ اھل البحرین۔ فاما بکر فتمت علی ردتھا۔ واما عبد القیس فانھم جمعھم الجارود وکان بلغہ انھم قالوا لو کان محمدٌ نبیًا لم یمت فلما اجتمعوا الیہ قال لھم أتعلمون انہ کان للہ انبیاء فیما مضیٰ؟ قالوا نعم قال فما فعلوا؟ قالوا ماتوا قال فان محمدًا صلی اللہ علیہ وسلم قد مات کما ماتوا وانا اشھد ان لا الٰہ الا اللہ وان محمدًا رسول اللہ۔ فاسلموا وثبتوا علی اسلامھم۔"

(الکامل لابن اثیر جلد ۲ صفحہ ۳۶۸)

ترجمہ۔ جب جارودؓ بن المعلی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے دین میں تفقہ حاصل کر لیا تو حضورؐ نے انہیں ان کے قبیلہ عبد القیس میں واپس بھجوا دیا۔ وہ اپنے قبیلہ میں ہی تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی۔ قبیلہ کا سردار المنذر بن ساوی بھی بیمار تھا وہ بھی آنحضرتؐ کے وصال کے کچھ دنوں بعد فوت ہو گیا۔ بعد ازاں بحرین کے لوگ مرتد ہونے لگے بنو بکر تو پورے مرتد ہو گئے۔ لیکن قبیلہ عبد القیس کو حضرت الجارودؓ نے جمع کیا اور انہیں پتہ لگ چکا تھا کہ قبیلہ کے لوگ کہہ رہے ہیں کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم سچے نبی ہوتے تو فوت نہ ہوتے جب یہ سب لوگ جمع ہو گئے تو حضرت الجارودؓ نے ان سے کہا کہ کیا آپ لوگوں کو پتہ ہے کہ پہلے زمانوں میں بھی اللہ تعالیٰ کے نبی ہو چکے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ہاں ہوئے ہیں۔ حضرت الجارودؓ نے پوچھا کہ پھر ان کا کیا حال ہوا؟ لوگوں نے کہا کہ وہ سب فوت ہو گئے۔ اس پر حضرت الجارودؓ نے فرمایا کہ جس طرح

پہلے نبی فوت ہو گئے تھے اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی فوت ہو گئے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا واحد ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ تب قبیلہ عبد القیس کے سب لوگ اپنے اسلام پر ثابت قدم رہے۔"

(ب) تاریخ طبری میں یہ واقعہ یوں الفاظ مذکور ہے:۔

"فقالت عبد القيس لو كان محمدٌ نبياً لما مات وارتدوا۔ وبلغه ذلك فبعث فيهم فجمعهم ثم قام فخطبهم فقال يا معشر عبد القيس اني سائلكم عن امر فاخبروني به ان علمتموه ولا تجيبوني ان لم تعلموا قالوا اسل عما بدا لك قال تعلمون انه كان لله انبياء فيما مضى؟ قالوا نعم قال تعلمونه او ترونه؟ قالوا لا بل نعلمه قال فما فعلوا؟ قالوا ماتوا قال فان محمداً صلى الله عليه وسلم مات كما ماتوا وانا اشهد ان لا اله الا الله وان محمداً عبده ورسوله قالوا ونحن نشهد ان لا اله الا الله وان محمداً عبده ورسوله وانك سيدنا وافضلنا وثبتوا على اسلامهم" (تاریخ طبری لابن جریر الطبری جلد سوم صفحہ ۳۰۲)

(ج) حضرت امام عبد الوہاب نجدیؒ نے اپنی تفسیر "مختصر سیرة الرسول صلی اللہ علیہ وسلم" میں یوں تحریر فرمایا ہے:۔

"ارتد اهل هجر عن الاسلام فقام الجارود بن المعلى في قومه، فقال: الستم تعلمون ما كنت عليه من النصرانية؟ واني لم اتكم قط الا بخير، وان الله تعالى بعث نبيه ونعى له نفسه، فقال: اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ○ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ — الآية

وفي لفظ انه قال: ما شهادتكم على موسى؟ قالوا: نشهد انه رسول الله۔ قال: فما شهادتكم على عيسى؟ قالوا: نشهد انه رسول الله۔ قال: وانا اشهد ان لا اله الا الله وان محمداً عبده ورسوله۔ عاش كما عاشوا ومات كما ماتوا واتحمل شهادة من ابى ان يشهد على ذلك منكم۔ فلم يرتد من عبد القيس احدٌ" (مختصر سيرة الرسول صلى الله عليه وسلم صفحہ ۲۲۱-۲۲۲ مطبعة سنة المحمدية القاهرة)

کہ "جب اہل ہجر اسلام سے مرتد ہونے لگے تو حضرت جارودؓ بن المعلی اپنی قوم میں سمجھانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے انہوں نے کہا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ میں

پہلے بخشے پیدا کی لیا ہوں اور میں نے ہمیشہ ہی تمہارے لئے بہتر چیز پیش کی ہے۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تھا اور خود ہی ان کی وفات کی خبر بھی انہیں دیدی تھی چنانچہ فرمایا اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ نیز فرمایا وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ۔

ایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ حضرت جارودؓ نے فرمایا کہ لوگو! تم موسیٰؑ کو کیا سمجھتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ وہ خدا کے پیغمبر ہیں۔ پھر حضرت جارودؓ نے پوچھا کہ تم عیسیٰؑ کو کیا جانتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ وہ خدا کے رسول ہیں۔ حضرت جارودؓ نے فرمایا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ آپ نے ویسے ہی زندگی گزاری جیسے عیسیٰؑ و موسیٰؑ (و دیگر انبیاء) زندہ رہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے جیسے موسیٰؑ و عیسیٰؑ (و دیگر انبیاء) وفات پا گئے۔ میں اپنے والد کی طرف سے بھی اس شہادت کا ذمہ دار ہوں کہ وہ بھی اس پر قائم ہیں۔ نتیجہ اس گفتگو کا یہ ہوا کہ قبیلہ عبدالقیس میں سے کسی فرد نے ارتداد اختیار نہ کیا۔"

(د) اسی واقعہ کو اخبار حمایت اسلام لاہور نے بایں الفاظ شائع کیا ہے:۔

"جارود بن معلی بحرین کے ایک مقتدر رئیس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور احکام اسلام خوب سیکھ کر واپس ہوئے اور اپنے قبیلہ عبدالقیس کو تعلیم احکام اسلام دینے میں مشغول ہوئے اسی اثناء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا حادثہ درپیش آگیا۔ منذر بن ساوی بھی بیمار تھے ان کا انتقال بھی کچھ دنوں بعد ہو گیا اور اہل بحرین میں مرتد ہونے کی جو ہوا جو قبائل عرب میں چل رہی تھی اثر کر گئی۔ بحرین کے دو زبردست قبیلوں میں سے بنی بکر تو مرتد ہو گئے ... قبیلہ عبدالقیس تردد میں تھے ان کو یہ خیال تھا کہ اگر محمدؐ نبی ہوتے تو اُن کی وفات نہ ہوتی۔ جارودؓ بن معلی نے ان لوگوں کو جمع کر کے پوچھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ نے انبیاء بھیجے تھے؟ انہوں نے کہا کہ بھیجے تھے۔ جارودؓ نے کہا کہ پھر وہ کہاں گئے؟ سب نے کہا وفات پا گئے۔ جارودؓ نے کہا بس تو آپؐ کی بھی وفات ہو گئی۔ جارودؓ کی اس تقریر کے بعد قبیلہ عبدالقیس تو اسلام پر پختگی سے قائم رہے۔"
(حمایت اسلام عید میلاد نمبر ۲۱ اکتوبر ۱۹۲۲ء)

یہ دوسرا اجماع ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے تھوڑا ہی عرصہ بعد وقوع پذیر ہوا جس میں ایک عالم صحابی حضرت الجارود رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو سمجھایا کہ جب پہلے کے سب انبیاء فوت ہو چکے ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر تمہارے لغزش کھانے کی کیا وجہ ہے؟ آپؐ بھی جملہ نبیوں کی طرح فوت ہو گئے ہیں۔ حضرت الجارودؓ نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کا خاص طور پر نام لیکر

ان کے فوت ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔ یہ ایک نہایت واضح حوالہ ہے۔

وفاتِ مسیح پر صحابہ کا تیسرا اجماع

امام ابن سعد اپنی مشہور کتاب الطبقات الکبیر میں لکھتے ہیں:۔

"لما توفی علی ابن ابی طالب قام الحسن بن علی فصعد المنبر فقال ایها الناس قد قُبِضَ اللیلة رجل لم یسبقه الاولون ولا یدرکه الآخرون قد کان رسول اللہ صلعم یبعثه المبعث فیکتنفه جبریل عن یمینه ومیکائیل عن شماله فلا ینثنی حتی یفتح اللہ له وما ترک الّا سبعمائة درهم اراد ان یشتری بها خادمًا ولقد قبض فی اللیلة التی عرج فیها بروح عیسٰی بن مریم لیلة سبع وعشرین من رمضان" (کتاب الطبقات الکبیر الجزء الثالث ص۲۶ طبع فی مدینة لیدن ۱۳۲۱ھ هجریة)

ترجمہ: جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ فوت ہوگئے تو حضرت امام حسنؓ منبر پر چڑھے اور آپ نے خطبہ دیا اور فرمایا کہ لوگو! آج رات وہ شخص فوت ہوا ہے کہ پہلے اس سے سبقت نہ لیجا سکے اور پیچھے آنیوالے اسکے مقام کو نہ پاسکیں گے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں جب دشمنوں سے جنگ کیلئے بھیجتے تھے تو جبریل انکے دائیں اور میکائیل ان کے بائیں ہوتے تھے۔ وہ واپس نہ لوٹتے تھے جب تک اللہ تعالیٰ انہیں فتح عطا نہ کرتا تھا۔ انہوں نے اب بوقتِ وفات صرف سات صد درہم ترکہ میں چھوڑے ہیں جن سے وہ ایک خادم خریدنے کا ارادہ رکھتے تھے۔ حضرت علیؓ اس رات میں فوت ہوئے ہیں جس میں حضرت عیسیٰؑ بن مریم کی روح اٹھائی گئی تھی اور وہ رمضان کی ستائیس تاریخ ہے۔"

حضرات! حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حاضر صحابہؓ کے سامنے حضرت علیؓ کی ایک فضیلت یہ بیان فرمائی کہ وہ اسی رات میں فوت ہوئے ہیں جس رات یہ حضرت عیسیٰؑ بن مریم کا وصال ہوا تھا، وہ اس میں فوت ہوئے تھے۔ گویا حضرت علیؓ کو وفات کی تاریخ میں حضرت عیسیٰؑ بن مریم سے ایک مماثلت حاصل ہوتی ہے کہ ہر دو کی وفات ستائیس رمضان کی رات کو ہوئی ہے۔

تمام صحابہؓ نے اس پر صاد کیا، کسی نے اختلاف نہ کیا۔ صحابہ کرامؓ کے ان تینوں اجماعوں سے بالبداہت ثابت ہوگیا کہ صحیح اسلامی عقیدہ یہی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بن مریم طبعی طور پر فوت ہوگئے تھے، وہ اب جسمانی طور پر ہرگز زندہ نہیں ہیں۔

ابنِ مریم مرگیا حق کی قسم
داخلِ جنت ہوا وہ محترم

سیرۃ نبویؐ پر ایک نظر

ہمارے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتہائی کمال

(از قلم محترم عطاء المجیب صاحب راشد ایم۔اے سابق مبلغ انگلستان)

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا
مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا
وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا
فقیروں کا ملجا، ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی، غلاموں کا مولیٰ
(مولانا حالی)

مبارک یوم ولادت

یوں تو سال کے سارے دن ایک جیسے ہوتے ہیں، ہر روز ایک جیسا سورج طلوع ہوتا اور اپنی منزل طے کرنے کے بعد غروب ہو جاتا ہے لیکن بعض دن اپنے دامن میں ایسے واقعات لے کر آتے ہیں جن کی وجہ سے وہ ایک یادگار اور قابل احترام دن کا روپ دھار لیتے ہیں۔ ۱۲ ربیع الاوّل کا دن اسلامی سال کا ایک نہایت اہم اور مقدس دن ہے اور اس تاریخ کے تصوّر ہی سے ہر مسلمان کے دل میں ایک عجیب روحانی مسرت پیدا ہوتی اور اس کے قلب و جگر کو ایک لازوال سرور سے ہمکنار کر دیتی ہے کیا ۱۲ ربیع الاوّل کے دن کے لئے یہ فخر اور امتیاز کچھ کم ہے کہ یہ وہ مبارک دن ہے جس روز محبوب خدا اور حبیب کبریا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے۔

کامل شریعت اور عملی نمونہ

بانیٔ اسلام حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش تاریخ عالم کا ایک نہایت اہم واقعہ ہے کیونکہ آپؐ کے آنے کے ساتھ دنیا میں مذہب اسلام کا قیام ہوا اور آپؐ ہی پر اللہ تعالیٰ کا مقدس کلام — قرآن مجید — نازل ہوا، جو لازوال صداقتوں کا مجموعہ اور ہر لحاظ سے کامل اور بہترین کتاب شریعت ہے۔ پھر اسی پر بس نہیں بلکہ تاریخ بتاتی ہے کہ بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام تعلیمات کا عملی رنگ میں بہترین نمونہ اپنی زندگی میں پیش فرمایا جن کو اسلام نے پیش کیا ہے۔ یہ ایک ایسی نمایاں خوبی ہے جو اس قدر کمال اور وسعت کے

ساتھ دنیا کے کسی اور مذہب میں نظر نہیں آتی ہیں یہ کہنا عین حقیقت کی ترجمانی ہے کہ بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو اسلامی تعلیمات کے بہترین عملی نمونہ عطا فرمایا ہے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے بھی ارشاد فرمایا ہے کہ:-

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ
اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ ؕ

کہ اسے لوگو! یقیناً تمہارے
لئے اللہ کے اس رسول کی زندگی
میں ایک بہترین نمونہ موجود ہے۔

اس آیت کریمہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جملہ اقوال و افعال اور احوال کے بارہ میں اسوۂ حسنہ کے دو انتہائی بلیغ الفاظ استعمال کئے گئے ہیں جو اپنی تمام وسعت اور وسیع تر مفاہیم کے اعتبار سے صرف اور صرف اسی ذات کے حق میں صادق آتے ہیں جس کی بے عیب اور مقدس سیرت پر اس کی رفیقۂ حیات اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ کہہ کر گواہی دی تھی کہ:-

كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰن

یعنی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم تو قرآن مجید کی زندہ تفسیر تھے جس نے قرآن مجید اور اسلام کے اوامر و نواہی کا علم حاصل کرنا ہو وہ آپ کی سیرت کا مطالعہ کرے۔ اُسے آپ کے عملی نمونہ میں اُن کا علم ہو جائے گا۔

عالمگیر پیغامِ رسالت

بانیٔ اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور تعلیمات کا دائرہ تمام زمانوں پر محیط ہے۔ آپؐ کی رسالت اور نبوت کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا اور آپؐ کی لائی ہوئی تعلیمات کے تبدیل یا منسوخ ہونے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ قرآن مجید ایک مقدس آسمانی صحیفہ ہے جو ساری کی ساری نسل انسانی کے لئے دائمی خوشحالی اور نجات کا سرچشمہ ہے۔ بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا انسانیت پر یہ ایک عظیم احسان ہے کہ آپؐ نے دنیا کے سامنے ایک ایسی کتاب شریعت پیش کی جو حقیقی معنوں میں دنیا کی تمام مشکلات کا حل پیش کرتی ہے۔ آج دنیا امن کی متلاشی ہے۔ آج دنیا بھوک اور افلاس کے چنگل سے نجات حاصل کرنے کی خواہاں ہے۔ آج دنیا عدل و انصاف کی متمنی ہے۔ انسانی معاشرہ کے یہ سارے تقاضے قرآن مجید کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے سے پورے کئے جا سکتے ہیں اور ہمارے ہادی اور رہنما حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مبارک زندگی کے مختلف ادوار میں سے گزرتے ہوئے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید نے نہ صرف انسانی معاشرہ کے تمام تقاضوں کو پورا کیا ہے بلکہ اس سلسلہ میں اسلامی تعلیمات ہر لحاظ سے قابل عمل بھی ہیں۔

آیئے ذرا ہم اپنے آقا اور ہادیٔ کامل صلی اللہ

علیہ وسلم کی زندگی کا قریب سے مطالعہ کریں اور واقعات کی روشنی میں آپؐ کی بلند سیرت اور اُسوۂ حسنہ سے آگاہی حاصل کریں۔

انسانی زندگی کے ادوار اور رسولِ اکرمؐ

جو انسان بڑھاپے کی عمر سے نہ گزرا ہو وہ ضعیف العمر لوگوں کے لئے نمونہ نہیں بن سکتا اور جو خود کبھی حاکم نہ بنا ہو اس کا کردار حاکموں کے لئے قابلِ تقلید نہیں ہو سکتا۔ بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے زندگی کے تمام نشیب و فراز دیکھے اور مختلف ادوار میں سے آپؐ کو گزرنا پڑا۔ یتیم ہونے کی حالت میں پیدا ہوئے۔ بچپن تن تنہا اور والدہ کے پُرشفقت سے محرومی میں بچپن گزارا۔ تجارت اور ملازمت کی۔ جوان ہوئے۔ شادی کی۔ صاحبِ اولاد ہوئے۔ کمزوری کے بعد طاقت کا زمانہ دیکھا۔ وطن سے بے وطن ہوئے۔ ایک گروہ کثیر کے آقا اور مصلح بنے۔ فاتح اور حاکم کا مرتبہ حاصل ہوا۔ الغرض آپؐ اپنی مبارک زندگی میں انسانی حیات کے ہر موڑ سے گزرے اور ہر منزل پر آپؐ نے حسنِ عمل اور اخلاقِ فاضلہ کی روشن قندیلیں فروزاں کیں۔ آپؐ کا نمونہ اس وجہ سے بھی بجا طور پر اُسوۂ حسنہ کہلانے کا مستحق ہے کہ آپؐ کے نمونہ میں زندگی کے تمام ادوار سے متعلق نمونہ پایا جاتا ہے۔ اسی ہمہ گیری اور جامعیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

حُسنِ یوسف دمِ عیسیٰ یدِ بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

شانِ رحمۃ للعالمینؐ کا ظہور

قرآن مجید میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین قرار دیا گیا ہے۔ واقعات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صفت آپؐ میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھی۔ آپؐ نے ہمیشہ اپنے صحابہ کو باہم محبت اور پیار سے رہنے کی تلقین فرمائی اور خود ساری عمر کبھی کسی کو دکھ نہیں دیا۔ اگر کبھی کسی کو مصیبت میں مبتلا دیکھتے تو فوراً اس کی مدد کو پہنچتے اور اس وقت تک طبیعت کو سکون نہ ہوتا جب تک اُس کی تکلیف کا مداوا نہ ہو جاتا۔ جانوروں اور پرندوں پر شفقت کی تلقین فرماتے اور ہمیشہ ان کے آرام کا خیال رکھتے۔

صبر و توکّل کا نمونہ

صبر و استقامت کے لحاظ سے بھی آپؐ کا نمونہ بے مثال ہے۔ کفارِ مکہ نے آپؐ کو ہر ممکن اذیت دی۔ آپؐ کے راستہ میں کانٹے بچھائے گئے۔ آپؐ کے قریبی رشتہ داروں اور پیاروں کو طرح طرح کے دکھ دیئے گئے۔ شعب ابی طالب میں محصور کیا گیا۔ طائف کے اوباش لوگوں نے آپؐ پر پتھروں کی بارش کی۔ وطن سے بے وطن کیا گیا۔ تبلیغ سے روکا گیا۔ الغرض ہر قسم کا ظلم و ستم آپؐ پر

کیا گیا۔ لیکن آپؐ نے ہر حال میں صبر اور استقامت کے طریق کو اختیار کیا۔

عفو و درگزر کی مثال

اس کے بالمقابل جب اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدوں کے مطابق آپؐ کو دنیا میں حاکمیت اور بادشاہت عطا کی تو آپؐ کے لئے ممکن تھا کہ آپؐ ان سب دشمنوں سے گن گن کر بدلے لیتے اور دنیا کے کسی قانون کی نگاہ میں آپؐ کا یہ فعل قابلِ اعتراض نہ ہوتا لیکن آپؐ نے باوجود طاقت و قدرت حاصل ہونے کے ان جانی دشمنوں کو معاف کرکے بتا دیا کہ اسلام صرف صبر کی ہی تعلیم نہیں دیتا بلکہ عفو و درگزر کا بھی سبق دیتا ہے۔ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ کے تاریخی الفاظ جن کے ذریعہ آپؐ نے اپنے انتہائی معاند دشمنوں کو عفوِ عام کی نوید سنائی انسانی تاریخ کی روشن پیشانی پر تا ابد جگمگاتے رہیں گے۔

کمزوروں کی مدد و نصرت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سچے مومن کے کردار کی ایک خوبی یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ اپنے بھائی کی مدد اور نصرت کرتا ہے۔ خود آپؐ کی زندگی شروع سے آخر تک اس ہدایت کی عملی تفسیر نظر آتی ہے۔ معاہدہ حلف الفضول میں شمولیت اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے بوجھ خود اپنی کمر پر اٹھا کر بھی اُن کی مدد کیا کرتے تھے تا لوگوں پر یہ حقیقت عیاں ہو جائے کہ اگر ایک صاحبِ حیثیت آدمی اپنے کسی کمزور اور غریب بھائی کا بوجھ اپنی کمر پر اٹھائے اور اس بوجھ سے اس کی کمر جھک جائے تو اس جھکاؤ سے اس کی عزت پر کچھ حرف نہیں آتا بلکہ خدا کی نگاہ میں اس کی قدر و منزلت اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔

ہر پہلو سے متوازن زندگی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی نہایت متوازن زندگی تھی۔ سارا دن بنی نوعِ انسان کی خدمت اور ذکرِ الٰہی میں بسر ہوتا اور رات کا ایک بڑا حصہ اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ عبادت کے لئے وقف تھا۔ دنیا کے لوگ سوئے ہوئے ہوتے تھے اور یہ محسنِ اعظمؐ رات کی تاریکیوں میں اُن کے لئے ربّ العزت کے حضور دعاؤں میں مصروف رہتا تھا۔

اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی طرف سے حاصل ہونے والی تائید و نصرت پر آپؐ کو ایک غیر متزلزل یقین تھا۔ توکل کے اسی جذبہ کے تحت آپؐ نے حملہ آور دشمن کو یہ کہہ کر مبہوت کر دیا کہ مجھے میرا اللہ ہر وار سے بچائے گا۔

اللہ تعالیٰ کی ذات پر توکل ہی کا نتیجہ تھا کہ آپؐ نے کبھی مشکل سے مشکل وقت میں بھی گھبراہٹ محسوس نہ کی اور ہر موقع پر بلا خوف و خطر اپنی

منزل کی طرف بڑھتے رہے۔

جنگ میں بھی اخلاقی ضابطہ

آجکل کے زمانہ میں سمجھا جاتا ہے کہ جنگ میں کسی اخلاقی ضابطہ کی پابندی نہیں کی جاسکتی۔ ہر طریق جائز اور ہر حرکت روا ہے لیکن معلّمِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو یہ خلق بھی بتایا اور خود عمل کرکے دکھا دیا کہ جنگ کے دوران بھی اعلیٰ اخلاق کی پابندی اتنی ہی ضروری ہے جتنی امن کی حالت میں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کے سلسلہ میں ایسے قوانین بیان فرمائے ہیں جو اسلامی اخلاقِ فاضلہ کے آئینہ دار ہیں اور رحمتِ مجسّم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ فاضلہ پر شاہدِ ناطق ہیں جنہوں نے میدانِ جنگ میں برسرِ پیکار غازیانِ اسلام کو بھی اخلاقِ فاضلہ کا درس دیا۔

غریب طبقہ کی دستگیری

ہمارے موجودہ زمانہ کی ایک بہت بڑی خرابی سرمایہ داری ہے۔ دولت کے چند ہاتھوں میں جمع ہوجانے اور بڑھتے چلے جانے سے عصرِ حاضر کا معاشرہ طبقاتی کشمکش کا شکار ہوگیا ہے۔ سرمایہ دار طبقہ کے ہاتھوں کمزور اور غریب طبقہ کا استحصال روز بروز گھناؤنی شکل اختیار کرتا چلا جا رہا ہے۔ غریب انسانوں کو نہ صرف ذرائعِ پیداوار کی ملکیت سے محروم رکھا جارہا ہے بلکہ پیداوار میں سے جائز حصّہ بھی ادا نہیں کیا جاتا۔ غریب طبقہ پر یہ ظلم اور زیادتی اسلامی رُوح کے سراسر منافی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غریبوں کے ساتھ ہمدردی، ان کے ساتھ حُسنِ سلوک، اُن کی حوصلہ افزائی، اُن کی تکریم اور اُن کی مناسب تربیت و راہنمائی پر انتہائی زور دیا ہے اور دوسری طرف ایسا مکمل نظامِ معیشت پیش فرمایا ہے جس میں سرمایہ داری کے لئے ہرگز کوئی گنجائش نہیں ہے۔ بلکہ یہ نظام دولت کی منصفانہ تقسیم کا علمبردار ہے اور امیر و غریب کے فرق کو کم سے کم کرنے کی ٹھوس بنیادوں پر مبنی ہے۔

دشمن بھی رطب اللّسان ہیں

ہمارے ہادی اور راہنما حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ فاضلہ کا ایک نمایاں پہلو آپؐ کے وہ ذاتی اوصاف ہیں جن کی وجہ سے آپؐ کے شدید مخالفین بھی آپؐ کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ ان میں سے خاص طور پر صداقت، امانت اور مہمان نوازی بہت اہم ہیں۔ انہی اوصاف کی وجہ سے کفارِ مکّہ باوجود نظریاتی اختلاف کے آپؐ کو امین اور صدوق کے القاب سے پکارتے اور اپنی امانتیں حضورؐ کی تحویل میں رکھا کرتے تھے۔ مہمان نوازی کا یہ عالَم تھا کہ حضورؐ اپنے غیر مسلم مہمانوں تک کی خدمت

اپنے دستِ مبارک سے سرانجام دیتے۔

قیامِ عدل میں بےنظیر نمونہ

عدل و انصاف کا قیام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک امتیازی وصف ہے آپؐ کی زندگی کے واقعات اس پر شاہد ہیں کہ آپؐ نے ہمیشہ عدل و انصاف کا ساتھ دیا اور اسی کی تلقین فرمائی۔ مشہور واقعہ ہے کہ قریش کے ایک معزز گھرانے کی عورت فاطمہ مخزومیہ نے چوری کی۔ دستور کے مطابق اس کی سزا ہاتھ کاٹنا تھی۔ قریش کے بعض اکابر نے اپنی بدنامی کے ڈر سے حضورؐ کی خدمت میں حضرت اسامہؓ کو سفارش کی غرض سے بھیجا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہؓ کی بات سُن کر فرمایا کہ خدا کی قسم اگر اس فاطمہ کی جگہ میری اپنی بیٹی فاطمہ بھی ہوتی تو میں ضرور اس کا ہاتھ کاٹ دیتا!

عدل و انصاف کے باب میں یہ ایک ایسا نمونہ ہے جو تاریخ میں فقید المثال ہے۔

اقتدار کے باوجود سادہ زندگی

اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدوں کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیاوی جاہ و حشمت اور حکومت بھی عطا کی لیکن آپؐ کا طرزِ حکومت دنیاوی حکمرانوں سے بالکل مختلف نوعیت کا تھا۔ آپؐ نے وہ طریقِ زندگی اختیار کیا جس سے آپؐ نے لوگوں کے جسموں پر نہیں بلکہ اُن کے دلوں پر حکمرانی کی لیکن محبت، پیار اور ہمدردی کے ساتھ دنیا کے حکمران اپنی طاقت اور عظمت کے اظہار کے لئے تخت و تاج کا اہتمام کیا کرتے ہیں اور بعض اپنے نام کا سکّہ بھی جاری کرتے ہیں تاکہ اُن کی حکومت کا ہر جگہ اعلان ہو سکے۔ لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود سارے عرب کے واحد بادشاہ ہونے کے نہ اپنے لئے کوئی تاج بنوایا نہ تخت بنوایا اور نہ ہی اپنے نام کا سکّہ جاری کیا۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ایسا طریق اختیار کرنا بھی پسند نہ کیا جس سے آپؐ کو دوسرے لوگوں کے مقابل پر کوئی ظاہری امتیاز حاصل ہو جائے۔ آپؐ کا لباس سادہ اور آپؐ کے بیٹھنے کی جگہ بالکل معمولی ہوا کرتی تھی چنانچہ روایات میں لکھا ہے کہ بعض موقعوں پر باہر سے وفود حضورؐ کی ملاقات کے لئے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ آپؐ عام مسلمانوں کے درمیان بغیر کسی ظاہری امتیاز کے اس طرح گھل مل کر بیٹھے ہوئے ہوتے تھے کہ نو وارد لوگوں کے لئے یہ معلوم کرنا مشکل ہو جایا کرتا تھا کہ ان لوگوں میں سے حضرت اقدسؐ کی ذاتِ مبارک کونسی ہے۔ باہمی محبت و الفت اور مساوات کا یہ نمونہ ہے جو بانیٔ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے سامنے پیش کیا۔

نہ تو کبھی کسی غریب آدمی کو اُس کی غربت کی وجہ سے حقیر سمجھا اور نہ خود اپنے لئے کوئی ظاہری امتیاز پسند کیا کیونکہ آپؐ اس حقیقت سے بخوبی آگاہ تھے کہ انسانی عظمت کا راز اعلیٰ لباس یا غریبوں سے الگ تھلگ رہنے میں نہیں بلکہ بلند کرداری اور اخلاق فاضلہ سے انسان کو دونوں جہان میں لازوال عظمت حاصل ہوتی ہے۔

الفقر فخری کی عملی تفسیر

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی کیفیت مال و دولت کے معاملہ میں تھی۔ جب اسلامی فتوحات کے نتیجہ میں اموال کثرت سے آنے لگے تو آپؐ نے ان اموال کو جمع رکھنے کی بجائے اُمت کے غریب اور نادار لوگوں میں اور جنگ میں شامل ہونے والے غازیوں میں فوری طور پر تقسیم کر دینے کا طریق جاری فرمایا۔ نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ جب بھی غنیمت کا مال آتا آپؐ اپنی موجودگی میں سارے کا سارا مال تقسیم کروا دیتے بلکہ حصہ رسدی مال کا جو حصہ آپؐ کے لئے بنتا تھا وہ بھی اُمت کے غریب لوگوں میں تقسیم کر دیتے۔ اس سخاوت اور غریب پروری کا نتیجہ تھا کہ بعض اوقات حضورؐ کے گھر میں کئی کئی دن تک آگ روشن نہ کی جاتی تھی کیونکہ پکانے کے لئے کچھ موجود نہ ہوتا تھا۔ سونے کے لئے بستر انتہائی سادہ تھا بلکہ بعض اوقات تو چٹائی پر آرام فرماتے۔ آپؐ کے صحابہؓ نے بار بار عرض کیا کہ ہم حضورؐ کے لئے اعلیٰ کھانے تیار کرتے ہیں اور نرم نرم بستر بچھا سکتے ہیں لیکن ہر موقعہ پر ہمارے ہادی و راہنما صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا کہ مجھے ان چیزوں کی ضرورت نہیں۔ میری مثال تو اس مسافر کی مانند ہے جو ذرا پل بھر کے لئے آرام کی خاطر ٹھہرتا ہے اور پھر منزل کے لئے روانہ ہو جاتا ہے۔ یہ وہ درویشانہ زندگی ہے جس کا نمونہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نظر آتا ہے۔ اور جس پر فخر کرتے ہوئے حضورؐ نے خود فرمایا ــــ الفقر فخری ــــ

شیخ سعدی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ غربا نوازی میں خوب کہا ہے ؎

تہی دست سلطان پشمینہ پوش
گدائی خر و پادشاہی فروش

کہ آپؐ غریب بادشاہ کمبل پہننے والے تھے۔ فقیری کو لے کر اس کے عوض بادشاہی عطا کرتے تھے۔

سیرتِ نبویؐ کا ایک اور امتیازی پہلو

سیرتِ نبویؐ کے یہ صرف چند پہلو ہیں لیکن ان سے بھی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم شخصیت اور آپؐ کی مقدس سیرت کا اندازہ

کیا جا سکتا ہے۔ دنیا کی تاریخ اُٹھا کر دیکھ لیجئے آج تک دنیا میں کسی انسان کی زندگی میں قول و فعل میں اس قدر مطابقت اور بلند کرداری کا ایسا بہترین نمونہ دیکھنے میں نہیں آیا جیسا نمونہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نظر آتا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ آپؐ کی زندگی کا ہر گوشہ اور آپؐ کی سیرت کا ہر پہلو ایک منفرد اور ممتاز مقام رکھتا ہے اور بحیثیت مجموعی یہ کہنا بالکل درست ہے کہ آپؐ کا پیش کردہ نمونہ بہترین اور قابلِ تقلید نمونہ ہے۔ اس اُسوۂ حسنہ کو پیش کرنے والا مقدس رسولؐ ہم سب کا آقا اور راہنما ہے۔ اس کی باتیں ہمارے لئے مشعلِ راہ ہیں اور اس کا نمونہ ہمارے لئے دلیلِ راہ۔ ہم اس پاک رسولؐ کی اقتدار اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ کیا ایک سچے مسلمان کے بارہ میں یہ خیال بھی کیا جا سکتا ہے کہ وہ اس کامل نمونہ کو چھوڑتے ہوئے دنیا کے کسی اور راہنما کے دامن سے خواہ وہ مارکس ہو یا لینن —— وابستہ ہونے پر فخر کر سکتا ہے۔ ایک سچے مسلمان کے لئے صرف رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے در کی غلامی ہی فخر کا موجب ہے اور ہم سب کو یہ مقام حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس امر کی توفیق اور سعادت عطا فرمائے۔ آمین ٭

شانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

(سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قلم سے)

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا
نام اس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے

سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر
لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے

پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اک قمر ہے
اس پر ہر اک نظر ہے بدر الدجیٰ یہی ہے

پہلے تو رہ میں ہارے پار اس نے ہیں اتارے
میں جاؤں اس کے وارے بس ناخدا یہی ہے

وہ یارِ لامکانی وہ دلبرِ نہانی
دیکھا ہے ہم نے اس سے بس رہنما یہی ہے

وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاجِ مرسلیں ہے
وہ طیب و امیں ہے اس کی ثنا یہی ہے

اُس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں
وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

(دُرِّثمین)

حاصلِ مطالعہ

(محترم جناب مولوی دوست محمد صاحب شاہد)

۱- "اسلام کے غدّار"

"بابائے صحافت" مولانا ظفر علی خان صاحب کی ایک طویل نظم سے چند منتخب اشعار:-

اللہ کے قانون کی پہچان سے بیزار
اسلام اور ایمان اور احسان سے بیزار
ناموسِ پیمبر کے نگہبان سے بیزار
کافر سے موالات مسلمان سے بیزار
اس پہ ہے یہ دعویٰ کہ ہیں اسلام کے احرار
احرار کہاں کے یہ ہیں اسلام کے غدّار
پنجاب کے احرار — اسلام کے غدّار"

(نگارستان ص۲۳۱ طبع اوّل پبلشرز یونائیٹڈ چوک انارکلی لاہور)

جناب شورش کو چاہیئے کہ وہ "اسلام کے غدّار" نامی کتابچہ کو اِدھر اُدھر کی خرافات اور مفتریات سے سیاہ کرنے کی بجائے اس میں اپنے دینی و معنوی پیر و مرشد کی یہ مکمل نظم درج فرمائیں اور پھر "محاسبہ کمیٹی" کا پورا چندہ اس کے اردو اور غیر ملکی زبانوں کے تراجم کی اشاعت کے لئے وقف کر دیں۔ اس سے بہتوں کا بھلا ہوگا!!!

۲- "وحی چور" کی شرمناک اصطلاح

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں:-

"جب کوئی ولی خداوند تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس کے حضور بعض آدمیوں کے لئے کوئی چیز طلب کرتا ہے تو اسے حسبِ مطلوب ایک دو آیاتِ قرآنیہ الہام کی جاتی ہیں۔" (ترجمہ انفاس العارفین ص۲۲۱ ناشر المعارف گنج بخش روڈ لاہور طبع ۱۹۷۴ء)

فیضانِ ختمِ نبوت کی اِن مثالوں سے اسلامی لٹریچر بھرا پڑا ہے۔ مثلاً:-

۱- حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو الہام ہوا "وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِي" (فتوح الغیب مطبوعہ نولکشور مقالہ ۹ ص۲۳)

۲- حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے بیٹے کی ولادت پر یہ آیت نازل ہوئی۔ "إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ يَحْيَىٰ" (مقاماتِ امام ربانی مطبوعہ دہلی ص۱۳۶)

۳- حضرت مولانا عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کو اِن الہاماتِ

ربانی سے نوازا گیا۔ صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيْمًا۔ فَإِذَا قَرَأْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ۔ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ"
(سوانح عمری مولوی عبداللہ الغزنوی صفحہ ۳۶ مطبع القرآن والسنۃ امرتسر)

بیسویں صدی کے علماء ظواہر کا جوشِ تکفیر ملاحظہ ہو کہ وہ "مرکزِ اشاعتِ اسلام جامع مسجد ایف بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور" سے یہ فتویٰ صادر فرماتے ہیں کہ "قرآنی الفاظ میں لپٹے ہوئے الہامات بھی تحریفِ قرآن ہیں" اور اس کا "مرتکب" وحی چور کہلانے کا مستحق ہے۔ ان کا یہ بھی مطالبہ ہے کہ:-

"کاش قرآن کے تحفظ کا قانون بھی ہوتا جس کے تحت ان وحی چوروں کو دُنیا میں لگام دی جاتی" (قادیانی اُمت صفحہ طبع دوم جنوری ۱۹۶۲ء)

۳- دیوبندیوں کی کافرگری

علامہ مشتاق احمد صاحب نظامی ایڈیٹر پاسبان الہ آباد کی عمر بھر کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ:-

"... دیوبندی جہاں دیگر دلیاری میں ... بُری طرح تکفیر بازی کا بازار گرم ہے۔ یہ تو حضرات دیوبند کا ایک پسندیدہ و محبوب ترین مشغلہ ہے کہ جب ذرا سی فرصت ملی تکفیر کی مشین گن کو چالو کر دیا اور پھر نہ دیکھا آؤ نہ دیکھا تاؤ زد پر جو بھی آ گیا ٹھوکتے گئے جس طرح بچھو ڈنک مارنے میں اپنی فطرت سے مجبور ہے ایسے ہی علماء دیوبند مسلمانوں کو کافر، مشرک اور بدعتی بنانے میں اپنی فطرت و جبلّت سے مجبور ہیں۔"

"علماءِ دیوبند کی کافرگری کا یہ عالم ہے کہ رافضی، خارجی، ناصبی، معتزلی، قادیانی، جماعت اسلامی پر کفر و گمراہی کا فتویٰ دینے کے ساتھ ساتھ خود بانی دارالعلوم دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی اور مولوی محمد اسمٰعیل دہلوی تک کو کافر، ملحد، زندیق اور نہ جانے کیا کیا کہہ ڈالا ہے۔ اب ان سے کوئی پوچھے کہ اس دُنیا میں ان کے علاوہ کوئی مسلمان ہے بھی یا نہیں" (خون کے آنسو جلد ۱ صفحہ ۱۴۶-۱۴۸-۲۲۵ مکتبہ نبویہ میلارام روڈ لاہور)

سہ ہے بہت سہل مسلمان کو کافر کہنا
کاش کوئی کافر بھی مسلمان بنایا ہوتا

۴- اقلیت و اکثریت کا سوال

عہدِ حاضر کے مسلمانوں میں اقلیت و اکثریت کے سوال کا پس منظر کیا ہے؟ اس کا جواب مودودی اُمت کے بانی سید ابوالاعلیٰ صاحب کے قلم سے ملاحظہ ہو:-

"مسلمانوں نے چونکہ اپنے دین کو ایک عالمگیر تحریک کے بجائے ایک جامد قومی کلچر اور خود اپنے آپ کو ایک بین الاقوامی انقلابی جماعت کے بجائے محض ایک قوم بنا کر رکھ دیا ہے لہٰذا اس کا نتیجہ آج ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ مسلمان کے لئے تاریخ میں پہلی مرتبہ اقلیت کا سوال پیدا ہوا ہے۔" ("مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش" حصہ سوم صفحہ ۳۵ بعنوان "اقلیت و اکثریت" طبع اوّل)

۵۔ سربراہ کانفرنس "قوم پرستانہ پروگرام"

مودودی صاحب مزید لکھتے ہیں:۔

"ہمارے ہاں سمجھا جا رہا ہے کہ بس مسلمانوں کی تنظیم ان کے تمام دردوں کی دوا ہے ... مسلمان قوم جن افراد سے مرکب ہے وہ سب ایک مرکز پر جمع ہوں، متحد ہوں اور ایک مرکزی قیادت کی اطاعت میں کام کریں۔ لیکن دراصل یہ قوم پرستانہ پروگرام ہے جو قوم بھی اپنا بول بالا کرنے کے لئے جدوجہد کرنا چاہے گی وہ یہی طریق کار اختیار کرے گی خواہ وہ ہندو قوم ہو یا سکھ یا جرمن یا اطالوی قوم۔" (ایضاً صفحہ ۹۵ زیر عنوان "اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوسکتی ہے")

۶۔ جماعت احمدیہ پر فتویٰ تکفیر کی ایک دلچسپ وجہ

۱۸۹۸ء میں مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی، رشید احمد صاحب گنگوہی، مولوی عزیز الرحمٰن دیوبندی، مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی، مولوی غلام رسول صاحب حنفی قاسمی اور مولوی محمد اسحٰق صاحب مفتی پٹیالہ نے تحریک احمدیت کے جن "عقائدِ باطلہ کفریہ و بدعیہ" کی بناء پر فتویٰ تکفیر لگایا ان میں سے ایک عقیدہ یہ تھا کہ:

"دجال سے مراد پادری لوگ ہیں۔
... خرِ دجال سے ریل گاڑی مراد ہے
دابۃ الارض سے علماء وقت مراد ہیں۔
یاجوج اور ماجوج سے انگریز اور روس مراد ہیں۔" (رسالہ اشاعۃ السنۃ جلد ۱۹ نمبر ۵ صفحہ ۱۳۶)

۷۔ حضرت غوث الاعظمؒ کے اصطبل کی سیر

حضرت علامہ شیخ محمد صادق شیبانیؒ[1] تحریر فرماتے ہیں:۔

"جب حضرت غوث الاعظم محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ کی ولایت و کرامت کا آوازہ عالمگیر ہوا اور دُور دُور سے لوگ حضرت کے آستانِ فیض پر حاضر ہو کر مستفیض ہونے لگے تو ایک درویش محبت کیش بھی مصر سے بغداد کو روانہ ہوا اور چاہا کہ وہ بھی حضرت کے فیضِ عام سے

[1] ولادت ۱۰۷۷ء وفات ۱۱۹۹ء (معجم المؤلفین جلد ۱۰)

فائدہ تام حاصل کرے اتفاقاً جب بغداد میں داخل ہوا تو پہلے گزر اس کا حضرت کے خاص اصطبل پر ہوا۔ دیکھا کہ بہت سے گھوڑے ہزار ہا روپیہ کی قیمت کے ایسے کہ شاہانِ رُوئے زمین کو میسّر نہوں وہاں بندھے ہوئے ہیں اور ہر ایک گھوڑے پر اطلس کمخواب و دیبا و زربفت کی جُھلیں ایسی پڑی ہوئی ہیں کہ خزانہ سلطانی ان کی تیاری پر صرف ہو جائے تو بھی تیار نہ ہوں۔ ہر ایک گھوڑے کے زنجیر سونے کے اور میخیں چاندی کی ہیں۔ خدمتگار بے شمار خدمت میں کھڑے ہیں۔ درویش نے جب شاہانہ تجمل دیکھا اعتقاد جاتا رہا۔"

(مناقب غوثیہ کا ترجمہ "گلدستہ کرامات" ص۳۴ مترجم مفتی غلام سرور مطبع مفید عام لاہور)

میں تو خیر گزری ورنہ اس درویش کی بجائے اُس زمانہ میں اگر مولانا عبدالرحیم صاحب اشرف مدیر "المنبر" بغداد میں تشریف لے جاتے اور اس اصطبل کو دیکھ پاتے تو عباسی خلفاء مستظہر، مسترشد، راشد، مقتفی یا مستنجد میں سے کسی کو ضرور اطلاع دیتے کہ ان گھوڑوں سے حکومت اسلامیہ کے وجود کو شدید خطرہ لاحق ہو گیا ہے!!! حکومت کو غوث اعظم کے خوفناک عزائم و مقاصد کا فوری نوٹس لینا چاہیئے !!!

۸۔ حسین احمد ٹانڈوی گاندھی کے ایجنٹ کی حیثیت سے

دیوبندی حلقے مولوی حسین احمد صاحب ٹانڈوی کو بڑی عظمت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے اور انہیں "شیخ اعظم" "یوسف ثانی" "مشکل کشا" کا خطاب دیتے اور "آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری" کا مصداق سمجھتے ہیں مگر مودودی اُمّت کے بانی کا مولوی حسین احمد صاحب اور اُن کے ہمنوا دیوبندی علماء کی نسبت واضح ارشادِ گرامی ہے کہ :۔

" ان کی تحلیل و تحریم حقیقت نفس الامری کے ادراک پر تو مبنی ہے نہیں محض گاندھی جی کی جنبش لب کے ساتھ اُن کا فتویٰ گردش کیا کرتا ہے" (قومیت ص۳۵ طبع پنجم ۱۹۴۷ء)

یاد رہے یہ وہی مولانا ہیں جنہوں نے گاندھی جی کے فرمان پر ایک طرف "ملت از وطن است" کا فارمولا پیش کر کے ہندو، سکھوں اور مسلمانوں کو ملّتِ واحدہ قرار دیا اور دوسری طرف احرار کانفرنس نومبر ۱۹۳۴ء میں انگریزی حکومت سے جماعت احمدیہ کو غیر مسلم اقلیت تسلیم کئے جانے کا مطالبہ کیا۔

۹۔ سعودی حکومت کی قدیم تاریخ کا ایک ورق

پاکستان کے ممتاز مؤرخ پروفیسر مقبول بیگ

بدخشانی دارائی نشانِ سپاس دولتِ شاہنشاہی ایران" تاریخِ ایران" (جلد دوم صفحہ ۴۲۹ مطبوعہ ۱۹۷۱ء ناشر مجلس ترقیٔ ادب لاہور) میں رقمطراز ہیں کہ :-

"عبدالعزیز کا بیٹا مسعود اپنے باپ کے حکم کے مطابق ۱۲۱۶ھ مطابق ۱۸۰۱ء میں کربلا آیا تو پانچ ہزار مرد و زن کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ ضریح مبارک توڑ دی۔ وہاں کی نفیس اشیاء، گراں بہا جواہرات، زرّیں اور سیمیں قندیلیں، سونے کی اینٹیں لُوٹ لیں اور آثارِ کربلا کی تباہی و بربادی میں کمی نہ کی۔ امام سوم کے مقدس آستانے کی بھی توہین ہوئی۔"

"سوانح حیات سلطان ابن سعود (مرتبہ شیدسردار محمد حسنی) میں لکھا ہے :-

"حرم کے وہ تمام مقدس مزارات جو صدیوں سے زائرین کے مرجع رہے تھے آن کی آن میں تباہ کر دیئے گئے۔ وہ تمام رسوم و شعائر جن کی سند وہابیوں کے اعتقاد کے مطابق قرآن و سنت میں موجود نہ تھی بیک جنبشِ قلم ممنوع قرار دیئے گئے۔ اس کارروائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ تمام عالمِ اسلام میں غصہ و اضطراب کی لہر اٹھی۔ ایران کے شیعوں اور ہندوستانی مسلمانوں میں ماتم کی صفیں بچھ گئیں۔" (صفحہ ۱۵۵ مطبوعہ جالندھر ۱۹۳۶ء)

نیز لکھا ہے :-

"اگست (۱۹۲۴ء) میں نجدی افواج مدینہ کی طرف بڑھیں۔ اسی مہینے کی پچیس ۲۵ تاریخ کو امیر علی کے حکام نے اقصائے عالم میں یہ خبر مشہور کر دی کہ نعوذ باللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقدس مرقد پر نجدی گولہ باری کر رہے ہیں۔ ... مسلمانوں میں پھر غیظ و غضب برپا ہوا۔ مسلمان حکومتوں کی طرف سے احتجاج شائع ہوئے۔ فرداً فرداً مسلمان بھی روضۂ مسلم کے تحفظ کے لئے کوشش کرتے رہے۔ ایرانی حکومت نے ایک وفد تحقیقِ حالات کی غرض سے بھیجا۔ ۱۹۲۵ء کے اواخر میں اس وفد نے بیان شائع کیا کہ واقعی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضے کے گنبد میں پانچ گولیاں لگی ہیں۔" (صفحہ ۱۵۸)

؎ خدا خود سوزد آں کرمِ دنی را
کہ باشد از عدوانِ محمدؐ
اگر خواہی نجات از مستیٔ نفس
بیا در ذیلِ مستانِ محمدؐ

۱۰۔ ظہورِ مہدی کی ایک حیرت انگیز علامت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگوئی فرمائی کہ :-

"لا تقوم الساعة حتیٰ
لا یحج البیت"
(کنزالعمال جلد ۷ صفحہ ۱۶۱)
ساعت قائم ہونے سے پہلے بیت اللہ
شریف کا حج بند کیا جائے گا۔
سپین کے شہرۂ آفاق صوفی حضرت محی الدین ابن عربیؒ
فرماتے ہیں:۔
"الساعة ای ظہور المھدی"
(تفسیر حضرت محی الدین ابن عربی جلد ۲ صفحہ ۲۲)
یعنی ساعت سے مراد ظہور مہدی ہے"

۱۱۔ سعودی حکومت سے متعلق حضرت مصلح موعودؓ کا ایک ارشاد مبارک۔

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے جون ۱۹۲۵ء کے الفضل میں ایک مضمون تحریر فرمایا جس میں پہلے تو یہ بتایا کہ اٹھارھویں صدی عیسوی میں جبکہ اسلام پر شرک کی گھٹائیں چھا رہی تھیں اللہ تعالیٰ نے ہندوستان میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کو اور عرب میں حضرت محمد بن عبدالوہاب کو چنا۔ پھر سعود خاندان کی پوری تاریخ پر روشنی ڈالی اور لکھا کہ:۔

"ہمارا پچھلا تجربہ بتاتا ہے کہ احمدیت میں جس قدر جلد وہابی داخل ہوتے ہیں اس قدر جلد کوئی دوسرا فرقہ مسلمانوں کا داخل نہیں ہوتا۔ پس جماعت احمدیہ کے فوائد کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ حجاز پر وہابیوں کی حکومت ہمارے سلسلے کو مشکلات بھی پیدا کرے گی... مگر انجام کار انشاء اللہ ہمارے سلسلہ کے لئے مفید ہوگی۔"

۱۲۔ "امام الہند" کی مذہبی زندگی

مدیر رسالہ "چٹان" کے دینی پیشوا اور سیاسی قبلہ و کعبہ مولانا ابوالکلام آزاد کی ایک معلومات افروز سوانح انسٹی ٹیوٹ آف اورینٹل اسٹڈیز لاہور نے ۱۹۶۸ء میں شائع کی تھی۔ اس سوانح سے جو ڈاکٹر عابد رضا بیدار کے قلم سے نکلی ہے امام الہند کی مذہبی زندگی کے بعض عجیب و غریب اور رنگین پہلو منظر عام پر آئے ہیں۔ چنانچہ اس میں مولانا کی نماز کا یہ دلچسپ واقعہ لکھا ہے کہ:۔

"کہہ کے گئے کہ نماز پڑھ آؤں۔ اپنے کمرے میں پہنچے، گاؤ تکیہ لگایا، پیر پسارے اور چائے کی پیالی سامنے رکھ کے سگریٹ کے متواتر کش لینے لگے اور یہ جتانے کے لئے کہ نماز میں مشغول ہیں باآواز بلند تکبیر، تحمید، تسبیح اور تحمید چلتی رہی۔ راوی دروازہ کے سوراخ سے دیکھتا رہا کہ ہر سگریٹ کے کش پر اللہ اکبر اور سمع اللہ لمن حمدہ کی آواز بلند ہو رہی ہے۔" (صفحہ ۱۳)

اسی ضمن میں مولانا کے ایک مناظرہ کی روداد بھی

پڑھیئے اور سر دُھنیئے :-

"جب آغا حشر کاشمیری کے ساتھ
مل کے مولانا مناظرے کیا کرتے تھے اور
اپنے مذہب کی حقانیت ثابت کر کے لوگوں
کو قائل کیا کرتے تھے۔ ایک ایسے ہی شدید
قسم کے کسی مناظرے سے دونوں واپس
آئے۔ چیخنے چیخنے حلق خشک ہو گئے
تھے۔ شراب کی بوتل بغل میں تھی، کسی مناسب
جگہ کی تلاش کرنے لگے جہاں کوئی یہ نہ کہہ
سکے کہ علمائے دین قسم کے مناظرہ باز یہ کام
بھی کرتے ہیں۔ اور دُور دُور ایسی کوئی
پناہ گاہ نظر نہیں آتی تھی دونوں چپکے
سے قریب کی مسجد کے غسلخانے میں
گھس گئے۔" (صـ۱۲)

ھ صحن مسجد میں ایک دوحاجی
دیں کی تکمیل کرنے آتے ہیں
صف جُدا کے جو سلے گئے تھے کبھی
اس کو تبدیل کرنے آئے ہیں

اس کتاب میں امام الہند کا توبہ نامہ بھی درج ہے جو اُن کے مکتوب ۱۹۱۴ء بنام سید سلیمان ندوی سے ماخوذ ہے۔ امام الہند نے فرمایا :-

"میں شراب پیتا تھا اور شراب
پر کیا موقوف میں نے سبھی طرح کی
سیہ کاریاں کی ہیں لیکن الحمد للہ
کہ خدا نے توفیق دی اور اب نہیں کرتا۔" (صـ۱۲)

۱۳۔ صدر انجمن نوجوانانِ اسلام کا مخلصانہ مشورہ

۵۳-۱۹۵۲ء کی تحریک ختم پاکستان کے دوران الحاج محمد حسین صاحب قریشی صدر انجمن نوجوانانِ اسلام پاکستان لاہور نے ایک دو ورقہ شائع کیا تھا جس میں انہوں نے اپنے علمائے کرام کی خدمتِ اقدس میں نہایت ادب سے حسب ذیل مخلصانہ مشورہ پیش کیا :-

"موجودہ موقعہ سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے ہم سمجھتے ہیں کہ عُلماء کو پُوری طرح گھر کی صفائی کر دینی چاہیئے۔ مثلاً مرزائی لوگ کہتے ہیں کہ ختم نبوت کے متعلق ہمارا وہی عقیدہ ہے جو مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کا تھا جو دیو بند کے بانی تھے اور مولانا احتشام الحق صاحب اور مولوی عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کے رُوحانی باپ تھے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اُن کی کتاب تحذیر الناس میں ایسے فقرات موجود ہیں جن کو پڑھ کر یوں معلوم ہوتا ہے کہ کوئی مرزائی لکھ رہا ہے۔ جب تک یہ کتاب موجود ہے مرزائیوں کو دوسرے مسلمانوں پر غلبہ رہے گا اور موجودہ جدّوجہد ناکام رہے گی۔ اسلئے ہمارے نزدیک وقت کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے احرارِ اسلام اور مولانا احتشام الحق صاحب کو اس بات پر راضی ہو جانا چاہیئے کہ نانوتوی صاحب کی یہ کتاب اور دوسری کتابیں جن میں

اِس قسم کا ذکر ہے پاکستان میں ممنوع الاشاعت قرار دی جائیں۔ بے شک مولانا بخاری اور مولانا احتشام الحق کے لئے یہ گھونٹ پینا تلخ ہوگا۔ لیکن اِس بڑے کام کے پورا کرنے کے لئے جو اُنہوں نے شروع کیا ہے یہ تلخ گھونٹ پینا کوئی ایسا بڑا کارنامہ بھی نہیں۔ مرزائیوں کو کافر قرار دیا گیا ہے تو ان علماء سے بھی کلّی برأت کا اظہار کیا جائے۔ جنہوں نے مرزائی عقائد کی تائید کی ہے۔ اور نادانستہ ان کی اشاعت میں ممد ہوئے ہیں۔ یہ پتھر تو سخت ہے مگر چاٹنا ہی پڑیگا۔ ورنہ وہ مغرب زدہ مسلمان جو ہر بات کو عقل کی کسوٹی پر پرکھنے کی مرض میں مبتلا ہو گئے ہیں وہ کمزور ایمان والے اپنی عقل کے بوتے پر شور مچائیں گے کہ جب دیوبندی علماء یہی کہتے چلے آئے ہیں جو یہ مرزائی کہتے ہیں تو اُن پر فتوی کیوں نہیں لگایا جاتا۔ دلوں میں ان لوگوں کی بے شک عزّت کی جائے مگر ظاہر میں برأت ظاہر کی جائے۔ ورنہ یہ مہم ناکام رہے گی۔

ہاں ایک اور مشکل ہے اور وہ یہ کہ خالص حنفی طبقہ کے علماء نے بھی کچھ اسی قسم کی حرکات کی ہیں۔ مُلّا علی قاری جن کو عقائد کے بیان میں امام ابوحنیفہ صاحب سے کچھ ہی کم مرتبہ دیا جاتا ہے اور مولانا عبدالحی صاحب فرنگی محلی نے جو اشرافِ ہند کے لئے گویا شیخ المشائخ کا رتبہ رکھتے ہیں اسی قسم کے الفاظ اپنی کتابوں میں لکھ دیئے ہیں جو مرزائی کہتے ہیں اور مرزائی ان کتب کو دکھا دکھا کر کہتے ہیں کہ یہ لوگ ان عقیدوں کے باوجود بزرگ اور امام اور ہم کافر و مرتد؟ آخر یہ فرق کیوں؟ اور یہ مغرب زدہ مسلمان اِس دلیل کو سُن کر متأثر ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ عقل انسان کو علماء کی تائید کے لئے ملی ہے نہ کہ اُن کی مخالفت کے لئے۔ مگر بہرحال اِس مغربیت کی مرض کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اسلئے اگر کسی نہ کسی رنگ میں مُلّا علی قاری اور مولانا عبدالحی فرنگی محلی کی کتب کو بھی ضبط کر لیا جائے تو یہ ایک بڑی دینی خدمت ہوگی اور اس سے احرارِ اسلام جیسے مجاہدین کو بڑی تقویت پہنچے گی۔

مگر ایک اور بہت بڑی مشکل ہے۔ اس کا علاج ذرا جان جوکھوں کا کام ہے۔ مگر احرارِ اسلام ارادہ کر لیں تو وہ بھی کوئی ایسی بڑی بات نہیں اور وہ یہ کہ ہمارے مُلک میں پیر دل فقیروں کا بہت زور ہے اور یہ لوگ محی الدین صاحب ابن عربی، معین الدین صاحب چشتی اور خواجہ میر درد صاحب کے ذرا ضرورت سے زیادہ معتقد ہوتے ہیں اور ان بزرگوں نے بھی

اپنی کتب میں ویسی ہی باتیں لکھی ہوئی ہیں
جیسے مرزائی کہتے ہیں۔ حضرت معین الدین
صاحب چشتی نے تو اپنے آپ کو مسیح تک
کہہ دیا ہے اور اپنے اوپر جبرائیل کے اترنے اور ان
پر وحی نازل کرنے تک کا دعویٰ کر دیا ہے۔ ان اقوال
سے مرزائیوں کو بہت تقویت ملتی ہے۔ ان حوالوں کو
سن کر صوفیوں کے شاگرد اور معتقد چلا
اُٹھتے ہیں کہ ان بزرگوں کو کافر کہیں یا
مرزائیوں کو مسلمان۔ اور پھر گھبرا کر کہہ
اُٹھتے ہیں کہ ان بزرگوں کو تو کافر کہنا
مشکل ہے ان مرزائیوں کو ہی مسلمان سمجھ
لیتے ہیں۔ اب اس شر کا ازالہ یہی ہے کہ
کم سے کم مرزائی فتنہ کے استیصال تک
ان بزرگوں کی کتب کو پاکستان میں
منضبط کر لیا جائے اور داخلہ ممنوع قرار
دیا جائے تاکہ مرزائی ان سے فائدہ نہ
اٹھا سکیں۔"

۱۴۔ "لا الٰہ الا اللہ اشرف علی رسول اللہ"

دیوبندی عالم مولانا اشرف علی صاحب
تھانوی کے ایک مخلص مرید نے ان کے نام حسب ذیل
مکتوب لکھا:۔

"مولوی اشرف علی صاحب تھانوی سے
سوال مرید:۔ میں نے رسالہ حسن العزیز
کو اٹھا کر اپنے سر کی جانب رکھ لیا اور
سو گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد خواب دیکھتا ہوں
کہ کلمہ شریف لا الٰہ الا اللہ محمد
رسول اللہ پڑھتا ہوں لیکن محمد
رسول اللہ کی جگہ حضور کا نام لیتا ہوں
اتنے میں دل میں خیال پیدا ہوا کہ تجھ سے
غلطی ہوئی۔ کلمہ شریف کے پڑھنے میں اس کو
صحیح پڑھنا چاہیئے۔ اس خیال سے دوبارہ
کلمہ شریف پڑھتا ہوں۔ دل میں تو یہ ہے
کہ صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے
بے ساختہ بجائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے حالانکہ
مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست
نہیں لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ
نکلتا ہے۔ دو تین بار جب یہی صورت
ہوئی تو حضور کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں۔
اور بھی چند شخص حضور کے پاس تھے۔
اتنے میں میری یہ حالت ہو گئی کہ کھڑا کھڑا
بوجہ اس کے کہ رقت طاری ہو گئی زمین پر
گر گیا اور نہایت زور کے ساتھ چیخ ماری
اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی
طاقت باقی نہیں رہی۔ اتنے میں بندہ خواب
سے بیدار ہو گیا لیکن بدن میں بدستور
بے حسی تھی۔ وہ اثر ناطاقتی بدستور تھا لیکن
حالت خواب اور بیداری میں حضور کا ہی
خیال تھا۔ لیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف

کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جائے۔ اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جائے۔ بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے تدارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوں لیکن پھر بھی یہ کہتا ہوں۔ اللّٰھم صلّ علیٰ سیّدنا و نبیّنا ومولٰینا اشرف علی حالانکہ اب بیدار ہوں۔ خواب نہیں۔ لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں۔ زبان اپنے قابو میں نہیں۔ اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے روز بیداری میں رقت رہی۔ خوب رویا۔ اور بھی بہت سے وجوہات ہیں جو حضور کے ساتھ باعثِ محبت ہیں۔ کہاں تک عرض کروں۔"

اس خط کے جواب میں مولانا تھانوی صاحب نے لکھا:-

"اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنّت ہے۔ ۲۴ شوال سنہ تیرہ سو پینتیس ہجری ۱۳۳۵ھ" (مندرجہ رسالہ الامداد اشرف علی تھانوی بابت ماہ صفر ۱۳۳۶ھ صفحہ ۳۵ سطر ۱ وغیرہ بحوالہ "دیوبندی مذہب" از مولوی غلام مہر علی شاہ صفحہ ۲۲۳)

۵۔ سلسلہ احمدیہ چٹان ہے!

سیدنا حضرت مصلح موعود نوراللہ مرقدہ کی تقریر فرمودہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۵۶ء سے ایک اقتباس:-

"سلسلہ احمدیہ خدا تعالیٰ کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہے جسے کوئی تباہ نہیں کرسکتا۔ یہ سلسلہ ایک چٹان ہے جو اس پر گرے گا وہ پاش پاش ہو جائے گا اور جو اس کو مٹانا چاہے گا وہ خود مٹ جائے گا اور کوئی شخص بھی خواہ اس کی پشت پناہ احراری ہوں یا پیغامی ہوں اس کو نقصان پہنچانے میں کامیاب نہیں ہوگا۔ اس کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کرنے والے ذلیل اور خوار ہوں گے اور قیامت تک ذلّت اور رسوائی میں مبتلا رہیں گے... اس سلسلہ کی تباہی کا ارادہ کرنے والے ابھی زندہ ہی ہوں گے کہ اُن کی عزّتیں اُن کی آنکھوں کے سامنے خاک میں مل جائیں گی۔"

(الفضل ۲۱ مارچ ۱۹۵۷ء ص۳)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام فرماتے ہیں ؎

ترے مکروں سے اے جاہل مرا نقصان نہیں ہرگز
کہ یہ جاں آگ میں پڑ کر سلامت آنے والی ہے
خدا رسوا کرے گا تم کو میں اعزاز پاؤں گا
سنو اے منکرو اب یہ کرامت آنے والی ہے

(المسیح الموعودؑ)

شیعہ کتب کے چند نہایت مفید حوالہ جات

(محترم سید احمد علی صاحب مربی سلسلہ احمدیہ کے قلم سے)

حیاۃ القلوب جلد دوم، کشف الغمہ اور فروع کافی جلد دوم کے چند مفید حوالے درج ذیل ہیں:۔

۱۔ جنازہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بغیر امام کے ہوا

"شیخ طبرسی از حضرت امام محمد باقر روایت کردہ است کہ دہ نفر دہ نفر داخل میشدند و چنیں بر آنحضرت نماز میکردند بی امامی الخ" (حیاۃ القلوب نولکشور جلد دوم صفحہ ۸۶۶)

ترجمہ۔ شیخ طبرسی حضرت امام محمد باقر سے روایت کرتے ہیں کہ دس دس آدمی حضور علیہ السلام کے حجرے میں داخل ہوتے تھے اور اس طرح حضورؐ کی نماز جنازہ بغیر امام کے پڑھی گئی۔

۲۔ خزائن قیصر و کسریٰ کی چابیاں آنحضرتؐ کو دی گئیں

"ابن بابویہ روایت کردہ است کہ چوں کلنگ اوّل را زد سنگ شکست و فرمود کہ اللہ اکبر کلید ہائی شام را خدا بمن داد و بخدا سوگند کہ قصر ہائی سرخ آنرا می بینم پس کلنگ دیگر زد و ثلث دیگر را شکست و گفت اللہ اکبر خدا کلید ہائی ملک فارس را بمن داد بخدا سوگند کہ الحال قصر سفید مدائن را می بینم و چوں کلنگ سوم را زد و باقی سنگ جدا شد گفت اللہ اکبر کلید ہائی یمن بمن دادند" (حیاۃ القلوب جلد ۲ صفحہ ۴۹۲)

ترجمہ۔ ابن بابویہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضور علیہ السلام نے پہلی دفعہ ہتھوڑا پتھر پر مارا تو اس سے پتھر کا ایک حصہ ٹوٹ گیا حضور علیہ السلام نے فرمایا اللہ اکبر ملک شام کی چابیاں مجھ کو دی گئیں بخدا میں وہاں کے قصر احمر کو دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپ نے دوبارہ ہتھوڑا مارا اور چٹان کا تیسرا حصہ ٹوٹ گیا حضورؐ نے فرمایا خدا نے مجھ کو ملک فارس کی چابیاں دی ہیں۔ بخدا میں مدائن کے قصر ابیض کو دیکھ رہا ہوں۔ جب حضورؐ نے تیسری دفعہ ہتھوڑا مارا تو باقی پتھر بھی ٹوٹ گیا حضورؐ نے فرمایا اللہ اکبر مجھے یمن کی چابیاں دی گئی ہیں۔

۳۔ حضرت ابوبکرؓ ضرور صدیق ہیں

"عن عروۃ ابن عبداللہ قال سألتُ ابا جعفر محمد بن علی علیہما السلام عن حلیۃ السیوف فقال لا بأس به قد حلّی ابوبکر الصدّیق رضی اللہ عنه سیفه قلت فتقول الصدیق قال فوثب وثبة واستقبل القبلة وقال نعم الصدیق نعم الصدیق نعم الصدیق فمن لم یقل له الصدیق فلا صدق اللہ له قولًا فی الدنیا ولا فی الآخرۃ" (کشف الغمہ صفحہ ۲۲۰)

ترجمہ۔ حضرت عروہ بن عبداللہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام جعفر محمد بن علی علیہما السلام سے تلوار کو چاندی کے زیور لگانے کے بارہ میں مسئلہ پوچھا۔ انہوں نے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی تلوار کو مزیّن کیا تھا۔ میں نے ان سے کہا آپ حضرت ابوبکر کو الصدیق کہتے ہیں۔ تو امام ابوجعفر اپنی جگہ سے اُچھل پڑے اور قبلہ رُو ہو کر فرمانے لگے۔ ہاں ہاں ابوبکر صدیق ہیں، صدیق ہیں، صدیق ہیں۔ جو شخص ان کو صدیق نہیں مانتا اللہ تعالیٰ اس کی بات کو دنیا و آخرت میں سچا نہ کرے۔

۴۔ حضرت امام زین العابدینؓ کا ایمان افروز بیان

"قدم علیه نفر من اهل العراق فقالوا فی ابی بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنهم فلمّا فرغوا من کلامهم قال لهم الا تخبرونی انتم المهاجرون الاوّلون الّذین اُخرجوا من دیارهم واموالهم یبتغون فضلًا من اللہ ورضوانًا وینصرون اللہ ورسوله اولٰئک هم الصادقون؟ قالوا لا۔ قال فانتم الّذین تبوّؤا الدّار والایمان من قبلهم یحبّون من هاجر الیهم ولا یجدون فی صدورهم حاجة ممّا اُوتوا ویؤثرون علی انفسهم ولو کان بهم خصاصة؟ قالوا لا۔ قال اما انتم قد تبرّأتم ان تکونوا من احد هٰذین الفریقین وانا اشهد انکم لستم من الّذین قال اللہ فیهم والّذین جاؤا من بعدهم یقولون ربّنا اغفر لنا ولاخواننا الّذین

سبقونا بالایمان ولا تجعل
فی قلوبنا غلًّا للذین اٰمنوا۔
اُخْرِجُوْا عَنِّیْ فَعَلَ اللّٰهُ
بِکُمْ"۔ (کشف الغمۃ ص۱۹۹)

ترجمہ۔ اہلِ عراق کا ایک گروہ حضرت امام زین العابدینؒ کے پاس آیا۔ انہوں نے امام موصوف کے سامنے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے بارے میں بعض نامناسب باتیں بیان کیں۔ جب وہ لوگ اپنی گفتگو سے فارغ ہو چکے تو امام موصوف نے نہایت لطیف رنگ میں اُن سے پوچھا کہ کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ تم وہ اوّلین مہاجر ہو جنہیں اُن کے گھروں اور مالوں سے نکالا گیا اور وہ اللہ کے فضل اور رضا کے طالب تھے اور وہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی نصرت کرتے تھے وہی سچے لوگ تھے؟ ان عراقیوں نے کہا کہ ہم تو وہ نہیں ہیں۔ پھر امام موصوف نے پوچھا کہ کیا تم وہ لوگ ہو جنہوں نے مہاجرین کو ٹھکانہ دیا اور ایمان کو اپنے دلوں میں جگہ دی۔ وہ ایسے تھے کہ جو مہاجر اُن کے پاس آتا اُس سے محبت کرتے اور ان مہاجرین کو جو دیا جاتا اس کے بارے میں اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہیں کرتے بلکہ وہ ضرورت مند ہونے کے باوجود اپنی جانوں پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں؟ عراقیوں نے کہا کہ ہم تو وہ بھی نہیں ہیں۔ تب حضرت امام نے فرمایا کہ ان دونوں گروہوں میں سے (جن کا ذکر میری پیش کردہ آیاتِ قرآنیہ میں کیا ہے) ہونے سے آپ نے خود انکار کر دیا ہے اور میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ تم لوگ ان میں سے بھی نہیں ہو جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے کہ وہ لوگ جو اُن صحابہؓ و مہاجرینؓ کے بعد آئے وہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہماری بھی مغفرت فرما اور ہمارے اُن بھائیوں کی بھی مغفرت فرما جو ایمان لانے میں بھی ہم سے پہلے ہوئے ہیں اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے لئے کسی قسم کا کینہ نہ ہو جو ایمان لا چکے ہیں۔ حضرت امام زین العابدین نے یہ کہہ کر اس عراقی وفد سے یہ فرمایا کہ میرے پاس سے چلے جاؤ اللہ تعالیٰ تم سے نپٹے۔

۵۔ تفصیل واقعہ بیعت علیؓ بردست حضرت ابوبکرؓ بعد وفات فاطمہؓ:۔

"فلمّا صلّٰی ابوبکر الظهر اقبل علی الناس یحذد علیًّا ببعض ما اعتذر به ثمّ قام علیؓ فعظّم من حقّ ابی بکر وذکر فضیلتهٗ وسابقتهٗ ثمّ قام الی ابی بکر

فبایعہ فاقبل الناس علی علیؓ فقالوا اَصَبْتَ و اَحْسَنْتَ"

(کشف الغمہ صفحہ ۱۴۳)

ترجمہ۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نماز ظہر پڑھا چکے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ان عذرات کو قبول فرمایا جو انہوں نے اب تک بیعت نہ کر سکنے کے بارے میں بیان کئے تھے۔ پھر اسی مجلس میں حضرت علیؓ کھڑے ہوئے اور انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کے مقام کا ذکر کیا اور آپ کی فضیلت اور بزرگی بیان کی۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور آپ کی بیعت کی۔ پھر سب صحابہؓ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور انہوں نے کہا کہ آپ نے بالکل ٹھیک کیا اور اچھا کیا۔"

۶۔ شہربانو کا نکاح حضرت امام حسینؓ سے اور اس کی دوسری بہن کا نکاح محمد بن ابی بکرؓ سے حضرت علیؓ نے کیا۔ (کشف الغمہ صفحہ ۲۰۰-۲۰۱)

۷۔ امام زین العابدین کی کنیت "ابوبکر" (صفحہ ۲۰۰)۔ زین العابدین کے بیٹے کا نام "عمر" (صفحہ ۲۰۰-۲۰۲) حضرت علیؓ کے بیٹوں ابوبکر۔ عمر۔ عثمان نام تھے (صفحہ ۱۳۲)۔ امام حسنؓ کے بیٹوں کے نام ابوبکر عمر تھے (صفحہ ۱۳۳)

۸۔ مزید آیت اِذْ اَسَرَّ النَّبِیُّ اِلٰی بَعْضِ اَزْوَاجِہٖ حَدِیْثًا لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حفصہؓ کو فرمایا۔

(الف) "حضرت فرمود کہ راز آنست کہ ابوبکر بعد از من بجور خلیفہ خواہد شد و بعد از او پدر تو خلیفہ خواہد شد حفصہ گفت کہ کی ترا خبر دادہ است باین امر حضرت فرمود کہ خدا مرا خبر دادہ است۔"

(حیاۃ القلوب جلد دوم صفحہ ۴۴۲)

ترجمہ۔ حضورؐ نے فرمایا کہ راز یہ ہے کہ میرے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے اور ان کے بعد آپ کے والد (حضرت عمرؓ) خلیفہ ہوں گے۔ حضرت حفصہؓ نے کہا کہ آپ کو یہ خبر کس نے دی ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ میرے خدا نے مجھے یہ خبر دی ہے۔

(ب) تفسیر الصافی میں ہے:-

"فقال (لحفصۃ) ان ابابکر یلی الخلافۃ بعدی ثم بعدہ ابوکِ فقالت من انبأک ھٰذا؟ قال نبأنی العلیم الخبیر" (صفحہ ۳۲۲)

ترجمہ۔ حضورؐ نے حضرت حفصہؓ سے فرمایا کہ ابوبکرؓ میرے بعد خلیفہ ہوں گے اور اُن کے بعد آپ کے والد خلیفہ ہوں گے۔ حضرت حفصہؓ نے پوچھا حضور کو یہ خبر کس نے دی ہے تو آپؐ نے فرمایا مجھ کو خدائے علیم و خبیر نے اطلاع دی ہے۔

چل رہا ہے اور چلتا جائے گا یہ قافلہ

(محترم جناب ابو الاقبال نسیم سیفی صاحب ربوہ)

الحذر ہرزہ سراؤں کے امیرِ کارواں
رنگ لاتا ہے ہمیشہ دودِ آہِ بیکساں
آسماں کی بات منہ پہ لاکے شرمندہ ہوئے
جو زمیں کی پستیوں کے بھی نہیں ہیں رازداں
ہم تو لاشئے ہی سہی لیکن ہماری پُشت پر
وہ یگانہ ہے کہ جس کے ہاتھ میں ہے کُن فکاں
چل رہا ہے اور چلتا جائے گا یہ قافلہ
راہ میں گو فتنہ و شورش کے ہوں سنگِ گراں
جاں نثارانِ محمدؐ اب کفن بردوش ہیں
بن گئی ہے موت ہی خود زندگی کی پاسباں
ہیں اُجاگر بُوذرؓ و سلمانؓ کے نقشِ قدم
ہم نے دُہرائی ہے دورِ اوّلیں کی داستاں
جو کلامِ نرم و نازک سے نہیں لیتے اثر
سنگ برساتا ہے اُنکے ذہن و دل پر آسماں
کر رہے ہیں آبیاری گلشنِ اسلام کی
نشأۃِ نَو کی ہمارے دم سے ہے کشتی رواں
یہ سراسر فضل و احساں ہے کہ ہم آئے پسند
ہم بنے ہیں جسمِ دینِ مصطفٰےؐ ہے اپنی جاں
ناصرِ دیں ہیں نسیمؔ اب قربِ منزل کی دلیل
ہے اُجاگر حمد سے ہر فرد کا عزمِ جواں

قولِ فرقان!

(محترم جناب چودھری عبد السلام صاحب اختر ایم اے ربوہ)

بگوشِ ہوش سُنیں بات یہ مدیرِ چٹان
کہ افترا سے پنپتا نہیں کبھی ایمان
اگر ہے واقعی سینے میں جذبۂ تحقیق
تو آئیں بات کریں ہم سے از رُوئے قرآن
ہے کون وہ جو محمدؐ کے دیں کا منکر ہو
حضورِ پاکؐ پہ قرباں ہمارا دل ہو کہ جان
ہماری اَوجِ سعادت کی انتہا یہ ہے
کہ لب پہ نامِ محمدؐ ہو۔ ہر گھڑی۔ ہر آن
اُسی کا چہرۂ زیبا ہو۔ سامنے ہر دم
وہی ہو جانِ تمنا۔ وہی ہو محورِ جان
وہی ہے کلمۂ طیب۔ ہمارا نورِ حیات
وہی نماز ہماری۔ وہی ہماری اذان
ہمیں یقیں ہے کہ اس آخری زمانے میں
غلامِ احمدؐ مرسل ہیں۔ مہدیٔ ذی شان
عطا کئے ہیں خدائے بزرگ و برتر نے
غلامِ ہادیٔ عالم۔ کو برتری کے نشان
وہ جب تھا ایک تو کوئی اُسے مٹا نہ سکا
اب اُس کے حلقۂ خدمت میں ہیں کروڑ انسان

ہزار بار چلے صرصرِ ابو لہبی !
کوئی بجھا نہیں سکتا چراغِ مصطفویؐ

ماہنامہ طلوع اسلام کے دو مقالوں کا جواب

(از جناب پیر معین الدین صاحب ـــــ ربوہ)

مکرم غلام احمد صاحب پرویز نے "طلوع اسلام" کے جنوری کے شمارے میں ایک مقالہ "قرآن مجید میں تحریف" کے عنوان سے سپردِ قلم کیا۔ اس مقالہ میں انہوں نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ (مسیح موعود علیہ السلام) کی ایک کتاب براہین احمدیہ کا اقتباس دیکر اس کے متعلق نمبروار پانچ سوال کئے اور پھر لکھا کہ:-

"ہم احمدی حضرات سے گزارش کرینگے خواہ وہ قادیانی ہوں یا لاہوری کہ وہ ان سوالات کے دوٹوک اور متعین جوابات مرحمت فرمائیں۔ اس قسم کا جواب کہ اس باب میں جو عقیدہ جمہور مسلمانوں کا ہے وہی ہمارا عقیدہ ہے قابلِ تسلیم نہ ہوگا یہ بات آپ کے معتقد نے کی ہے اسلئے اس کا جواب آپ کے ذمہ ہے۔"

اس مقالہ کا جواب "پیغام صلح" نے اپنے ۲۶ جنوری کے شمارہ میں اور ماہنامہ "رفتارِ زمانہ" نے اپنے فروری کے شمارہ میں اپنے اپنے رنگ میں دیا۔ ان میں سے "رفتارِ زمانہ" کے مضمون کے متعلق تو پرویز صاحب نے کچھ نہیں لکھا لیکن پیغام صلح کے مضمون کا ذکر کرکے انہوں نے طلوع اسلام کے مارچ کے شمارہ میں پھر اسی پہلے عنوان سے ایک مقالہ لکھا ہے اور اس میں اپنے پہلے موقف کو دہراتے ہوئے اس کی تائید میں کچھ مثالیں پیش کی ہیں اور لکھا ہے کہ:-

"اس کے بعد میرا سوال جو میرے مقالہ (شائع شدہ جنوری ۱۹۷۲ء) میں اٹھایا گیا تھا بدستور قائم رہتا ہے یعنی ......"

نیز انہوں نے اشارہ کیا کہ "الفضل" نے ان کے مقالہ کا جواب نہیں دیا اسلئے خاکسار نے مناسب جانا کہ اپنی سمجھ کے مطابق پرویز صاحب کے دونوں مقالوں کا جواب لکھ کر رسالہ "الفرقان" میں شائع کرادوں۔

جنوری میں شائع ہونے والے اپنے مقالہ میں مکرم پرویز صاحب نے لکھا تھا کہ:-

"مرزا صاحب نے براہین احمدیہ میں جو کچھ لکھا ہے وہ حسب ذیل ہے:-

آپ لوگ کیوں قرآن شریف میں غور نہیں کرتے اور کیوں سوچنے کے وقت غلطی کھا جاتے ہیں۔ کیا آپ صاحبوں کو خبر نہیں کہ صحیحین ثابت ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) اس امت کے لئے بشارت دے چکے ہیں کہ اس امت میں بھی پہلی امتوں کی طرح محدث پیدا ہوں گے۔ اور محدث بفتح دال وہ لوگ ہوں گے جن سے مکالمات و مخاطبات الٰہیہ

ہوتے ہیں اور آپ کو معلوم ہے کہ ابن عباس کی قراءت میں آیا ہے وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ وَّلَا مُحَدَّثٍ اِلَّا اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ ۔ پس اس آیت کے رُو سے بھی جس کو بخاری نے بھی لکھا ہے محدَّث کا الہام یقینی اور قطعی ہوتا ہے جس میں دخل شیطان کا قائم نہیں رہ سکتا۔"

آگے حوالہ دینے کے بعد انہوں نے لکھا:۔

"آپ ان الفاظ کو غور سے پڑھیے مرزا صاحب پہلے کہتے ہیں کہ "ابن عباس کی قراءت میں آیا ہے" اور اس کے بعد لکھتے ہیں "اس آیت کی رُو سے بھی جسے بخاری نے بھی لکھا ہے محدَّث کا الہام یقینی اور قطعی ثابت ہوتا ہے" بالفاظ دیگر وہ قراءت حضرت ابن عباس کی آیت کو "آیت" کہہ کر پکارتے ہیں (جس کے معنی لامحالہ آیتِ قرآنی ہیں) اور اس آیت کو اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں کہ "محدّث کا الہام قطعی اور یقینی ہوتا ہے" (واضح رہے کہ لفظ محدّث سارے قرآن میں کہیں نہیں آیا) اس [illegible] آپ سے حسبِ ذیل سوالات [illegible] ہیں:۔

(۱) کیا ان کے عقیدے کی رُو سے اللہ تعالیٰ نے جو آیت بذریعہ وحی رسول اللہ پر نازل کی تھی وہ اس طرح تھی جس طرح ہمارے مروّجہ قرآنی نسخوں میں درج ہے یعنی (۱) کی طرح) یا اس طرح جیسے قراءتِ حضرت ابن عباس میں بتائی جاتی ہے (یعنی (۲) کی طرح لفظ محدّث کے اضافہ کے ساتھ)

(۲) اگر وہ آیت اس طرح تھی جس طرح مروّجہ قرآنی نسخوں میں درج ہے (لفظ محدّث کے بغیر) تو جس آیت میں لفظ محدّث کا اضافہ ہوا ہے آپ کیا قرار دیں گے؟ کیا آپ اسے قرآن میں تحریف قرار دیں گے؟ یا نہیں۔ کیونکہ اضافہ بھی تو تحریف ہوتا ہے۔

(۳) اگر آپ اسے قرآن میں تحریف قرار دیں گے تو جو شخص اپنے کسی دعویٰ کی تائید میں اس قسم کی محرف آیت کو پیش کرے اسکے متعلق آپ کیا کہیں گے۔

(۴) اور اگر آپ کہیں کہ آپ دونوں آیتوں کو منزل من اللہ مانتے ہیں تو پھر قرآن کریم کے اس دعویٰ کے متعلق آپ کیا کہیں گے کہ اس کے من جانب اللہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

(۵) آپ دنیا کے سامنے "منزل من اللہ قرآن شریف" کون سا پیش کرتے ہیں؟ وہی جو مسلمانوں میں مروّج ہے یا دیگر قراءتوں والا؟ اگر وہی پیش کرتے ہیں تو دوسری قراءتوں والے

مصاحف کی آپ کے نزدیک کیا حیثیت ہے؟"

ہمیں خوشی ہے کہ عام مولویانہ طریق اختیار کرنے کی بجائے مکرم پرویز صاحب نے شرافت کے ساتھ علمی رنگ میں سوالات کئے ہیں اور ہم بھی انشاء اللہ علمی رنگ میں ہی ان کا جواب دیں گے۔ مگر اصل جوابات کے ذکر سے پہلے ہمیں دو تین متفرق باتیں کہنی ضروری ہیں۔

پہلی بات یہ ہے کہ مکرم پرویز صاحب نے خود تو اپنے سوالات لکھنے سے قبل ایک خاصی لمبی تمہید باندھی ہے لیکن ہم احمدیوں سے یہ مطالبہ کیا ہے انکے سوالوں کا دو ٹوک جواب دیں جس سے یہ قیاس ہوتا ہے کہ شاید وہ یہ چاہتے ہیں کہ کسی قسم کی وضاحت نہ کی جائے بلکہ "ہاں" یا "نہ" میں جواب ہو۔ ظاہر ہے کہ اگر سوالات مکمل کرنے کیلئے ایک خاصی لمبی تمہید کی ضرورت ہو سکتی ہے تو ان کے جوابات بھی صرف ہاں یا نہ میں دیئے نہیں جا سکتے تاہم ہماری کوشش یہی ہوگی کہ جوابات زیادہ سے زیادہ To The Point ہوں۔

دوسری بات یہ ہے کہ مکرم پرویز صاحب نے اپنی تمہید میں مختلف قراءتوں کو "قرآن (یا دین)" کے خلاف سازش قرار دیا ہے اس ضمن میں یہ گزارش ہے کہ قرآن کریم کی بعض آیات کی ایک سے زیادہ قراءتوں کا ہونا ایسی بات ہے جو حضرات عمرؓ، علیؓ، عائشہؓ، انس بن مالکؓ، زید بن ثابتؓ، عبداللہ ابن مسعودؓ اور دیگر بہت سے جلیل القدر صحابہ اور صحابیات سے مروی ہے اور امام بخاری کی صحیح جیسی کتاب میں ان کو نقل کیا گیا ہے اور ہمارے اسلاف (سُنّی بھی اور شیعہ بھی) سب کے سب اس بات کے قائل چلے آئے ہیں کہ بعض آیات کی ایک سے زیادہ قراءتیں ہیں اور اکثر کتب تفاسیر میں ان کا ذکر موجود ہے اور ان قراءتوں سے استدلال بھی کئے گئے ہیں لہٰذا اگر یہ قرآن کریم یا دین کے خلاف سازش ہے تو اس سازش میں یہ تمام بزرگ بلکہ سب کے سب مسلمان شریک ہیں اور بقول پرویز صاحب صرف وہ اکیلے شریک نہیں۔ اور اس بات کا علم بھی کہ یہ "قرآن (یا دین)" کے خلاف "سازش" ہے نزولِ قرآن کے قریباً چودہ سو سال بعد صرف پرویز صاحب ہی کو ہوا ہے اس سے پہلے جتنے بھی علماء و اولیاء اُمّتِ محمدیہ میں ہوئے ہیں وہ سب کے سب اس "سازش" سے بے خبر رہے ہیں یا پھر اس سے دانستہ چشم پوشی کے مرتکب ہوئے ہیں۔ در اصل مختلف قراءتوں کے وجود کو تسلیم کرنا تو قرآن یا دین کے خلاف سازش نہیں ہے کیونکہ ان قراءتوں کا وجود خود منبع قرآن کریم (خدا تعالیٰ) کی طرف سے ہے اور مبنی بر حکمت ہے۔ ہاں اسے سازش قرار دینا کہ ہم اپنے بزرگ اسلاف کی حرمت کے خلاف سازش سمجھیں یا کم از کم اسے ان کی شان میں گستاخی قرار دیں، تو اس میں ہم حق بجانب ہوں گے۔

تیسری بات یہ ہے کہ مکرم پرویز صاحب نے فرمایا ہے کہ "اس قسم کا جواب کہ اس باب میں جو عقیدہ جمہور مسلمانوں کا ہے وہی ہمارا عقیدہ ہے قابل تسلیم نہیں ہوگا" اس سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ انکے نزدیک جمہور مسلمانوں کا کسی رائے پر متفق ہونا کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ اس ضمن میں ہم بے شمار آیات قرآنی

یہاں سے صرف ایک آیت کی طرف "منکر قرآن" کی توجہ
مبذول کرانا چاہتے ہیں اور وہ آیت یہ ہے۔ وَمَنْ
يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى
وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا
تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝
(پ۵ ع۱۴) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سبیل المومنین کی
پیروی کو لازمی قرار دیا ہے۔

ان گزارشات کے بعد اب ہم مکرم پرویز صاحب کے سوالات کی طرف آتے ہیں اور نمبروار ان کا جواب درج کرتے ہیں۔ احباب کو چاہیئے کہ ہر جواب سے پہلے متعلقہ سوال ایک دفعہ پھر پڑھ لیں۔

پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ سورۃ الحج کی آیت زیر بحث جس طرح عام مروجہ قرآنی نسخوں میں درج ہے (بغیر لفظ محدّث کے) اس طرح تو بہرحال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی ہوئی۔ اسی طرح جس طرح کہ ان نسخوں میں مندرج تمام کی تمام آیات لفظاً لفظاً وحی الٰہی ہیں۔ ہاں حضرت ابن عباسؓ کا روایت کرنا اور حضرت امام بخاریؒ کا اس روایت کو اپنی صحیح میں نقل کرنا ثابت کرتا ہے کہ اس آیت کی دوسری قراءت لفظ محدّث کے ساتھ بھی ہے۔

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ تحریف تو یہ ہے کہ کسی کے کلام میں کوئی دوسرا ردّوبدل کرے۔ لیکن جب ہم دوسری قراءت کا ذکر کرتے ہیں تو اس سے مفہوم یہ لیتے ہیں کہ خود خدا تعالیٰ نے دوسرے طور پر بھی وہ آیت اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی تھی۔ لہذا دوسری قراءت کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو تحریف نہیں کہا جائے گا۔ ہاں اگر کوئی شخص اس قرآن کے متن میں جو خدا تعالیٰ کے اذن سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عین حیات ہی میں مرتب ہو گیا تھا دوسری قراءتیں شامل کر کے ایک کتاب تیار کرے اور اس کا نام قرآن مجید رکھ دے تو یہ بلاشبہ تحریف فی القرآن ہوگی کیونکہ دوسری قراءتیں بےشک الہامی ہیں لیکن جب خدا تعالیٰ نے انہیں خود قرآن میں شامل نہیں کیا تو کسی اور کو انہیں قرآن میں شامل کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔

تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص جان بوجھ کر کسی محرّف عبارت کو اپنے دعویٰ کی تائید میں پیش کرے گا تو بلاشبہ یہی بات اُسے جھوٹا ثابت کرنے کے لئے کافی ہوگی۔ لیکن خاکسار کے اس جواب سے معترض کو اپنا مقصود حاصل نہیں ہو سکتا کیونکہ حضرت مرزا صاحب (علیہ السلام) نے کسی محرّف آیت کو اپنے دعوے کی تائید میں پیش نہیں فرمایا۔ آپ نے تو قرآن کریم کو اور براہین احمدیہ کے زیر نظر مقام پر سورۃ حج کی زیر بحث مسلّمہ طور پر قرآنی آیت کو اپنے دعویٰ کی دلیل میں پیش کیا ہے۔ ہاں اس کی دوسری قراءت کو جو دراصل اس کے ایک حصہ کی وضاحت کرنے والی ہے۔ یہ ظاہر کرنے کے لئے پیش فرمایا ہے کہ مسلمانوں کے مسلّمہ بزرگ بھی اس قراءت کو ماننے کی وجہ سے

اس بات کے قائل تھے کہ محدّث کی وحی قطعی اور یقینی ہوتی ہے گویا مخاطبین کو ان کے اپنے مسلّمات کی رُو سے قائل کرنے کی کوشش فرمائی ہے اور بس۔

باقی اس جگہ جو آپ نے دوسری قراءت کے لئے "آیت" کا لفظ استعمال کیا ہے تو یہ جائے اعتراض نہیں اسلئے کہ جب ہم کسی آیت کی تفسیر کریں گے تو اس تفسیر کے لئے بھی آیت ہی کا لفظ استعمال کریں گے جس کا مطلب بہرحال یہی ہوگا کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے نہ یہ کہ وہ آیت ہی اس طرح پر ہے۔ پرویز صاحب نے جو مفہوم القرآن شائع کیا ہے بہت سے مقامات پر، کم از کم بادی النظر میں، اسے قرآن کریم کی عبارت سے دُور کا تعلق بھی نہیں ہے تاہم چونکہ وہ خود اسے قرآن ہی کا مفہوم سمجھتے ہیں۔ انہوں نے اسے نمبر بھی قرآن کریم کی آیتوں والے دیئے ہیں تو کیا مکرم پرویز صاحب کو تو حق پہنچتا ہے کہ وہ اس مفہوم کو جو وہ قرآنی آیات کا سمجھتے ہیں آیات قرار دیں اور کسی اور کو اتنا بھی حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی آیت کی اس تشریح کو جو خود خدا تعالےٰ کی طرف سے یا کم از کم اس کے رسول کریمؐ کی طرف سے ہو آیت قرار دے سکے؟

چوتھے سوال کا جواب یہ ہے کہ کسی آیت کی دو یا زیادہ قراءتوں کا ہونا قرآن میں اختلاف کا ہونا ثابت نہیں کرتا۔ اوّل اسلئے کہ دوسری قراءتوں کو کبھی بھی قرآن کریم کے متن میں شامل نہیں کیا گیا اور دوسرے اسلئے کہ جو واقعی دوسری قراءتیں ہیں یعنی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں وہ قرآن کریم کے کسی مقام کے خلاف ہو ہی نہیں سکتیں۔ اور اگر کسی شخص کو کمیٔ علم کی وجہ سے وہ خلافِ قرآن نظر آئیں تو اس میں قصور اس کا اپنا ہے اور اس کی خاطر ہم ان قراءتوں کا انکار نہیں کر سکتے۔ کم سمجھ لوگوں نے تو اصل قرآن کریم کی بہت سی آیات ایک دوسرے کے مخالف قرار دے کر ناسخ و منسوخ کا باب کھول رکھا ہے۔

اس جگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ بعض آیات کی مختلف قراءتیں ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ آیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بتغیر الفاظ وحی ہوتی تھیں لیکن بایں ہمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی ہی کے ذریعہ یہ بتا دیا جاتا تھا کہ ان میں سے کون سی قراءت کو شاملِ قرآن کروائیں اور کونسی قراءت کو شاملِ قرآن نہ کروائیں۔ اسی طرح جس طرح حضورؐ کو مختلف اوقات میں نازل ہونے والی آیاتِ قرآنی کے بارہ میں بذریعہ وحی بتا دیا جاتا تھا کہ ان کو قرآن کریم میں کس کس مقام پر رکھیں۔ علاوہ ازیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ مختلف قراءتوں کی ضرورت علاوہ تلفظ کی سہولت پیدا کرنے کی غرض کے تین اغراض سے ہو سکتی تھی:-

(۱) کسی فوری یا وقتی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے یا کوئی وقتی نوعیت کی ہدایت دینے کے لئے۔

(۲) کوئی زائد مفہوم پیدا کرنے کے لئے —— قرآن سے زائد نہیں کیونکہ قرآن میں سب

صداقتیں اور تمام روحانی ضروریات کے
پورا کرنے کا سامان پہلے ہی موجود ہے بلکہ
اس آیت سے زائد مفہوم پیدا کرنے کیلئے
جس کی وہ دوسری قرات ہو۔

(۳) کسی آیت کی تفسیر کے لئے۔

اس بات کا ثبوت کہ ایسی قراتیں ہو سکتی تھیں جو وقتی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ہوں خود قرآن شریف سے ملتا ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ قرآن کریم میں انسان کی جملہ روحانی ضروریات کو پورا کرنے کا سامان رکھا گیا ہے اور یہ سامان اس میں بہرحال رکھا جانا تھا خواہ کسی شخص کی طرف سے کسی امر کے بارہ میں کوئی سوال ہوتا یا نہ ہوتا۔ یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ کسی شخص سے کوئی سوال کرنے کی وجہ سے کوئی زائد از ضرورت بات بیان کر دی جاتی اور نہ یہ ہو سکتا تھا کہ اس وجہ سے کہ کسی نے سوال نہیں کیا کوئی ضروری بات بیان نہ کی جاتی۔ مگر قرآن کریم کے ایک مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :-

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا
تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ
اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ
وَاِنْ تَسْئَلُوْا عَنْهَا
حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ
تُبْدَ لَكُمْ عَفَا اللّٰهُ
عَنْهَا وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ
حَلِيْمٌ ۝ (۵/۱۰۲)

اس میں بعض باتوں کے متعلق سوال کرنے سے منع بھی فرمایا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اگر اس دوران میں کہ قرآن نازل ہو رہا ہے ان کے بارہ میں سوال کئے گئے تو ان کا جواب تم کو دے دیا جائے گا۔ ظاہر ہے کہ اس کی یہی صورت ہو سکتی تھی کہ وہ باتیں بعض آیتوں کی دوسری قراءت کے پیرایہ میں واضح کر دی جائیں تاکہ وہ وقتی ضرورت بھی پوری ہو جاتی اور جن باتوں کا قرآن کریم میں (جو ایک ابدی ہدایت ہے) شامل نہ کیا جانا حکمت الٰہی کا تقاضا تھا انہیں اس میں شامل ہی نہ کیا جاتا۔ مگر ایسی قراءتیں چونکہ صرف ایک وقتی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اور ایسی باتوں کی وضاحت کے لئے ہو سکتی تھیں جن کی وضاحت کا نہ ہونا انسانوں کے عظیم تر مفاد میں تھا۔ اسلئے حکمت کا یہی تقاضا تھا کہ ان کو محفوظ نہ رہنے دیا جاتا۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ تصرف الٰہی سے وہ سب محفوظ نہیں رہیں سوائے اس کے کہ ان میں سے کسی کا محفوظ رکھا جانا آئندہ پیدا ہونے والے کسی اعتراض کے رفع کرنے کے لئے ضروری ہو۔

ہم نے لکھا ہے مختلف قراءتوں کی دوسری ضرورت کوئی زائد مفہوم پیدا کرنے کے لئے

ہوسکتی تھی اس کی بھی ایک مثال پیش ہے۔ سورۃ النور میں ہے۔ سُورَۃٌ اَنْزَلْنٰھَا وَفَرَضْنٰھَا الخ یہ سورۃ ہے جسے ہم نے نازل کیا اور ہم نے فرض کیا۔ اَنْزَلَ اور نَزَّلَ میں یہ فرق ہے کہ تنزیلٌ (نزّل) آہستہ آہستہ اُتارنے کو کہتے ہیں اور اِنزالٌ میں یہ شرط نہیں ہوتی۔ اب اگر اس آیت میں انزلناھا کی جگہ نَزَّلْنَاھَا کے الفاظ رکھے جاتے تو اس سے پڑھنے والے کو یہ خیال ہوسکتا تھا کہ کس سورۃ کی فرضیت کا تعلق اس کے آہستہ آہستہ نازل ہونے سے ہے حالانکہ یہ خیال غلط ہوتا کیونکہ قرآن کریم سارے کا سارا فرض ہے اور اس کی بہت سی سورتیں ایسی بھی ہیں جو آہستہ آہستہ نازل نہیں ہوئیں اس لئے "نَزَّلْنَاھَا" کی جگہ "اَنْزَلْنَاھَا" فرمایا گیا۔ لیکن اس سورۃ کے بعض مندرجات کو سمجھنے کے لئے یہ جاننا ضروری تھا کہ یہ سورۃ ساری کی ساری ایک ہی وقت میں نازل نہیں ہوئی اسلئے "وفرضناھا" کی جگہ دوسری قراءت میں "وفرّضناھا" کے الفاظ رکھ کر بتادیا کہ یہ سورۃ آہستہ آہستہ اور ٹکڑے ٹکڑے کرکے نازل کی گئی ہے۔ پس دوسری قراءت نے ایک زائد مفہوم پیدا کرکے ایک اہم ضرورت کو پورا کردیا۔ تاہم یہ زائد مفہوم صرف اس آیت کے مفہوم سے زائد ہے جس کی یہ دوسری قراءت ہے۔ ورنہ قرآن کریم کے دوسرے مقامات سے یہ بات ویسے بھی ثابت ہے کہ قرآن کریم کے بعض حصے ٹکڑے ٹکڑے کرکے نازل ہوئے ہیں۔

تیسرے نمبر پر ہم نے یہ بیان کیا تھا کہ مختلف قراءتوں کی ایک ضرورت یہ ہوسکتی تھی کہ آیاتِ قرآنی کی تفسیر کی جائے۔ چنانچہ سورۃ الحج کی زیرِ بحث آیت کی دوسری قراءت جو وَلَا مُحَدَّثٍ کے اضافہ کے ساتھ ہے اسی غرض سے ہے اور اس کا سمجھنا چنداں مشکل نہیں۔

بات یہ ہے کہ رسول فرستادہ اور پیغامبر کو کہتے ہیں اور نبی کا لفظ "نبأ" سے ہے جس کے معنی عظیم الشان خبر کے ہیں اور اصطلاح میں نبی اُسے کہتے ہیں جو خدا تعالیٰ سے عظیم الشان خبریں پاکر لوگوں تک پہنچانے پر مامور ہو۔ چونکہ خدا تعالیٰ جس شخص کو اپنا پیغام دے کر یعنی رسول بنا کر بھیجتا ہے اس کی صداقت پر گواہی دینے کے لئے اسے عظیم الشان امورِ غیبیہ پر اطلاع بھی بخشتا ہے اسلئے ہر رسول نبی ہوتا ہے۔ اور چونکہ ہر وہ شخص جو خدا کا نبی ہو، خدا کا پیغام بھی لوگوں تک پہنچاتا ہے اور اس بات پر مامور ہوتا ہے اسلئے ہر نبی رسول بھی ہوتا ہے لیکن قرآن کریم سے ثابت ہے کہ خدا کی طرف سے لوگوں کی ہدایت پر مامور کیا جانے والا ہر شخص کوئی نیا پیغام نہیں

لاتا۔ بعض نئی شریعت لاتے ہیں اور بعض سابق رسول کی لائی ہوئی شریعت یا کتاب ہی کو پیش کرتے ہیں اور اسی کی تعلیم کا احیا ان کی ذمہ داری ہوتی ہے اسلئے جب لفظِ "رسول" اور لفظِ "نبی" ایک دوسرے کے بالمقابل آئیں گے تو رسول سے نئی شریعت لانے والا نبی اور نبی سے پہلے رسول کی لائی ہوئی شریعت پیش کرنے والا رسول مراد ہوگا۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ سورۃ الحج کی زیرِ نظر آیت میں وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ فرمایا گیا ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ ان دونوں لفظوں کو ایک ہی مفہوم میں استعمال نہیں کیا گیا اور ان سے ایک ہی وجود مراد نہیں لہذا سمجھنے والے تو سمجھ سکتے تھے کہ اس میں رسول سے نئی شریعت لانے والا نبی اور نبی سے پہلے سے موجود شریعت کو پیش کرنے والا رسول مراد ہے۔ لیکن ہر کوئی اس بات کو سمجھ نہیں سکتا تھا اسلئے اس آیت کی دوسری قراءت میں "وَلَا مُحَدَّثٍ" کا اضافہ کر کے "وَلَا نَبِيٍّ" کی تفسیر کر دی اور یہ بتا دیا کہ یہاں نبی سے صرف "مُحَدَّث" یعنی ایسا شخص مراد ہے جسے کثرت سے مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ کا شرف حاصل ہو۔ کوئی نئی شریعت لانے والا شخص مراد نہیں ہے۔

پانچویں سوال کا جواب یہ ہے کہ ہم دنیا کے سامنے مُنَزَّل مِنَ اللّٰہ قرآن کے طور پر وہی قرآن پیش کرتے ہیں جو پاکستان میں اور دوسری دنیا میں رائج ہے۔ دوسری قراءت والے صحیفے یعنی ایسے نسخے جن کا نام قرآن کریم رکھا گیا ہو اور ان میں آیات مروجہ قرآنی آیات کی بجائے تخفیف یا اضافہ کے ساتھ درج ہوں (مثلاً سورۃ الحج کی آیت زیرِ بحث ہی میں وَلَا مُحَدَّثٍ کا اضافہ کیا گیا ہو) اگر کوئی ہوں تو ایسے صحیفوں کو ہم یقیناً "محرّف" کہیں گے کیونکہ جب خدا تعالیٰ نے ان کو قرآنی متن میں شامل نہیں کیا تو کسی اور کو ایسا کرنے کا حق نہیں پہنچتا۔

(باقی آئندہ انشاء اللہ)

الفرقان کے معاونین خاص کے لئے تحریکِ دعا

الفرقان ایک تبلیغی رسالہ ہے اسکو جاری رکھنے کیلئے احباب کے خاص تعاون کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے پاکستان اور بیرونِ پاکستان سے دوست تعاون کرتے ہیں جزاھم اللہ احسن الجزاء۔

تعاون ۱ یہ ہے کہ آپ رسالہ کا مقررہ چندہ پانچ سال کا اکٹھا یکشت بھجوا دیں۔ ایسے احباب کے نام ریکارڈ ہوتے رہتے ہیں ان کے لئے دعا کی جاتی ہے۔ اب بھی اس شذرہ کے ذریعہ قارئین سے ان سب دوستوں کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

تعاون ۲ یہ ہے کہ آپ رسالہ کی توسیع اشاعت کیلئے احباب کو خریدار بنائیں یا اپنی طرف سے رقم بھجوا کر اپنے احباب کے نام یا لائبریریوں کے نام رسالہ جاری کرائیں۔ یہ بھی بڑے ثواب کا کام ہے۔

اللہ تعالیٰ جملہ معاونین کو جزائے خیر دے۔ آمین

خاکسار مینجر الفرقان ربوہ)

بنامِ شورش کاشمیری

(جناب شیخ رحمت اللہ خان شاکر سیالکوٹ)

پھر ہے کچھ حرکت سی اک گوسالۂ بے جان میں
اور کچھ ہلچل سی ہے اس کے پرستاران میں

کیا تماشا ہے ہوا ہے مینڈکی کو بھی زکام
مرد "اُس بازار" کے آئے ہیں اس میدان میں

ٹاپتے پھرتے ہیں اور تلواریں ہیں اُن کے ہاتھ میں
ویرا ہوٹل دے سکے جلتے ہوئے جو دان میں

پرورش جس کی ہوئی لالاؤں کی خیرات پر
کیوں نہ ہو جاسوس وہ بھارت کا پاکستان میں

کس قدر ہیں ڈھیٹ یہ غدّارِ ملک و قوم کے
اب بھی ہیں رطب اللسّاں تعریفِ باچا خان میں

کہہ دیا سچ شاعرِ مشرق نے فوراً دیکھ کر
کتنا بیّن فرق ہے حیوان اور انسان میں

غلبۂ حق نے کیا ہے ان کو ایسا بدحواس
بے تحاشا بک رہے ہیں گالیاں ہذیان میں

ایڑی چوٹی کا لگا دُ زور ـ پر اسلاف کی
اِک صدی کی سعیٔ لاحاصل کو رکھو دھیان میں

ہوگئے رخصت جہاں سے لے کے ناکامی کا داغ
جو چلا اِس راہ پر آخر رہا نقصان میں

عرض کرتا ہوں ادب سے اے ادیبِ بے ادب
بولتے ہیں "آغا[۱]" عورت کے لئے ایران میں

۱؎ دیکھیے فیروز اللغات فارسی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بے نظیر علمی معجزہ

(جناب مولانا غلام احمد صاحب فرخ مبلغ انچارج جزائر فجی)

یہ تقریر ریڈیو فیجی سے پر نشر کی گئی

برادران! حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود اور مرسل بنا کر مبعوث فرمایا تو آپ کو ہزاروں نشان اور معجزات عطا فرمائے جن سے روز روشن کی طرح ثابت ہوتا ہے کہ آپ اس قادر اور علیم خدا کی طرف سے بھیجے گئے تھے جو اپنی قادرانہ تجلیات کے ساتھ انبیاء کی خارق عادت رنگ میں تائید و نصرت فرماتا ہے اور علم و حکمت کے خزانوں سے مالا مال کر کے دنیا پر ان کا سکہ بٹھا دیتا ہے۔ میں اس وقت حضرت اقدس علیہ السلام کا صرف ایک نشان بیان کروں گا اور وہ یہ کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے عربی زبان کا علم معجزانہ رنگ میں عطا فرمایا۔

یہ تو ظاہر ہے کہ آپ انڈیا کے علاقہ پنجاب کے رہنے والے تھے۔ آپ نے عربی زبان کی تعلیم نہ تو کسی مروجہ مدرسہ میں حاصل کی تھی اور نہ کسی یونیورسٹی میں بلکہ گھر میں استاد رکھ کر پرائیویٹ طور پر معمولی تعلیم حاصل کی تھی۔ مگر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو مامور اور مرسل بنا کر مبعوث فرمایا تو خدائے علیم نے آپ کو عربی زبان کا علم بے نظیر رنگ میں عطا کر دیا۔ آپ نے اسّی کے قریب فصیح و بلیغ اور حکمت سے پُر عظیم الشان عربی کتابیں لکھ کر شائع فرمائیں۔ اور نہ صرف ہندوستان کے علماء کو بلکہ شام، مصر اور عرب کے علماء کو بھی آپ نے یہ کتابیں ارسال کیں اور ان کو بھی اس علمی مقابلہ میں آنے کی دعوت دی اور خطیر رقمیں بطور انعام دینے کا وعدہ بھی فرمایا مگر آپ کے مقابلہ میں سب خاموش رہے اور کوئی بھی مقابلہ میں نہ آیا۔ چنانچہ حضرت اقدس علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"نشان کے طور پر قرآن اور زبان قرآن کی نسبت دو طرح کی نعمتیں مجھ کو عطا کی گئی ہیں۔ (۱) ایک یہ کہ معارف قرآن مجید بطور خارق عادت مجھ کو سکھلائے گئے جن میں دوسرا مقابلہ نہیں کر سکتا (۲) دوسرے یہ کہ زبان قرآن یعنی عربی میں وہ بلاغت اور فصاحت مجھے دی گئی کہ اگر تمام علماء

مخالفین باہم اتفاق کر کے بھی اس میں میرا
مقابلہ کرنا چاہیں تو ناکام اور نامراد رہیں گے
اور وہ دیکھ لیں گے کہ جو حلاوت اور بلاغت
اور فصاحت لسان عربی معہ التزام حقائق
و معارف و نکات میرے کلام میں ہے
وہ ان کو اور ان کے دوستوں اور ان کے
بزرگوں کو ہرگز حاصل نہیں۔"
(تریاق القلوب صفحہ ۴۲)

نیز حضور اقدسؑ اپنی کتاب نزول المسیح میں فرماتے ہیں:۔

"اب کس قدر ظلم ہے کہ اس قدر نشانوں
کو دیکھ کر پھر کہے جاتے ہیں کہ کوئی نشان ظاہر
نہیں ہوا۔ اور مولویوں کے لئے خود ان کی
بے علمی کا نشان ہی کافی تھا کیونکہ ہزارہا
روپیہ کے انعامی اشتہار دیئے گئے کہ
اگر وہ بالمقابل بیٹھ کر کسی سورۃ قرآنی کی
تفسیر عربی فصیح و بلیغ میں میرے مقابل پر
لکھ سکیں تو وہ انعام پائیں۔ مگر وہ مقابلہ
نہ کر سکے تو کیا یہ نشان نہیں تھا کہ خدا نے
ان کی ساری علمی طاقت سلب کر دی۔
باوجود اس کے کہ وہ ہزاروں تھے تب
بھی کسی کو حوصلہ نہ پڑا کہ سیدھی نیت سے
میرے مقابل پر آوے اور دیکھے کہ
خدا تعالیٰ اس مقابلہ میں کس کی تائید کرتا
ہے۔" (نزول المسیح صفحہ ۲)

یہ ایک زبردست نشان اور عظیم الشان معجزہ
ہے جو آپ کے ہاتھ پر ظاہر ہوا۔ ایک اُمّی کے
مقابلہ میں دنیا کی اعلیٰ درجہ کی یونیورسٹیوں کی بہترین
سندات رکھنے والے علوم عربی کے ماہر وہ عرب کے
تھے یا عجم کے سب گنگ ہو کر رہ گئے یا للعجب!
حضرت اقدس علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے اس فضل و
احسان کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

"ان کمالی فی اللسان العربی
مع قلّة جهدی و تصور طلبی
آیة واضحة من ربی لیظهر علی
الناس علمی و ادبی فهل فی جموع
المخالفین؟ و انی مع ذالک
علمت اربعین الفًا من اللغات
العربیة و اعطیت بسطة
کاملة فی العلوم العربیة۔"
(انجام آتھم)

یعنی باوجود اس کے کہ میں نے عربی زبان
سیکھنے میں کوئی خاص کوشش اور محنت نہیں کی مگر
خدا نے محض اپنے فضل سے مجھے عربی زبان کا علم
کامل رنگ میں عطا کر دیا۔ یہ خدا کی طرف سے ایک
روشن اور کھلا کھلا نشان ہے تاکہ اس ذریعہ سے
خدا تعالیٰ لوگوں پر میری علمی اور ادبی قابلیت ظاہر
کر دے اور مجھے دنیا بھر کے لوگوں پر غالب کر دے
اب کیا کوئی ایسا مرد خدا ہے جو میرے مقابلہ میں
میدان میں کھڑا ہو سکے؟ اس علمی اور ادبی کمال پر
خدا تعالیٰ کا مزید فضل یہ ہے کہ اس نے مجھے عربی

زبان کے چالیس ہزار الفاظ معجزانہ رنگ میں سکھائے اور زبان عربی کے علوم میں مجھے کامل وسعت بخشی۔"

یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا عربی زبان میں خدا تعالیٰ سے غیر معمولی تائید و نصرت پانا اور وحی و الہام کے ذریعہ اس زبان میں کمال حاصل کرنا اور خدا تعالیٰ کی طرف سے چالیس ہزار عربی الفاظ کا سکھایا جانا ایک زبانی دعویٰ نہیں تھا بلکہ یہ ایسا دعویٰ تھا جس کی سچائی پر آپؑ کی وہ مبسوط اور فصیح و بلیغ کتابیں شاہد ہیں جو آپؑ نے عربی زبان میں تصنیف کر کے شائع کیں اور مخالف علماء نے باوجود بار بار مقابلے کے لئے بلائے جانے کے خاموش رہ کر آپؑ کی صداقت پر مہر لگا دی اور کوئی فردِ واحد بھی اس کو قبول کرنے کے لئے آگے نہ آیا۔ چنانچہ برصغیر ہند و پاکستان کے نامور عالم اور مفکر علامہ نیاز فتحپوری اپنے اخبار "نگار" میں لکھتے ہیں :-

"حضرت مرزا صاحب کے عربی کلام، نظم و نثر کی فصاحت و بلاغت کا اعتراف خود عرب کے علماء اور فضلاء نے کیا ہے حالانکہ اُنہوں نے کسی مدرسہ میں عربی ادبیات کی تعلیم حاصل نہیں کی تھی اور میں سمجھتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب کا یہ کارنامہ بڑا زبردست ثبوت ان کے فطری اور وہبی کمالات کا ہے۔"

بالآخر یہ بات بھی خوب یاد رکھنی چاہیئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاگرد، روحانی فرزند اور اُمتی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض اور برکت سے ہی آپؑ کو یہ علمی معجزہ عطا کیا گیا۔ چنانچہ آپؑ کا الہام ہے :-

"كُلُّ بَرَكَةٍ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَبَارَكَ مَنْ عَلَّمَ وَتَعَلَّمَ"

یعنی "یہ تمام برکات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیں پس بہت برکت والا ہے جس نے اس بندہ کو تعلیم دی اور بہت برکت والا ہے جس نے تعلیم پائی۔"

• شہزین
• شہزین
• شہزین
مرض اٹھرا کی بہترین دوا
حکیم نظام جان اینڈ سنز
ربوہ — ٹنڈو محمد خان — گوجرانوالہ

گیانا (جنوبی امریکہ) سے ایک مبلغ کا مکتوب

[ذیل میں مکرم مولوی محمد صدیق صاحب شاہد آف ننگل مبلغ اسلام گیانا کا خط اسلئے شائع کیا جاتا ہے کہ احباب مبلغین کی مشکلات کا اندازہ کرکے دل سے ان کے لئے دعا کریں ——— (ایڈیٹر)]

میرے نہایت ہی مہربان، مشفق استاذی المکرم مولانا صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

یہ گی آنا جنوبی امریکہ ہے۔ دنیا سے الگ تھلگ ایک کونے میں پڑے ہیں۔ یورپ میں تو آنا جانا مل جاتا ہے مگر یہاں تو رات دن یہی سانولے، کالے، گورے نظروں کے آگے گھومتے ہیں۔ پردے کا نام و نشان نہیں۔ زینت کو چھپانا تو ایک طرف رہا اس کو ظاہر کرنے کی پوری کوشش کی جاتی ہے۔ میں جب اپنے پاکیزہ معاشرہ کو دیکھتا ہوں تو ان کے مقابل یہ لوگ ننگے دھڑنگے جن بھوتوں کی طرح پھرتے لگتے ہیں۔ عورتوں کو کپڑے سے اتنی نفرت ہے کہ خدا کی پناہ۔ جو تھوڑا بہت کپڑا استعمال کرتی ہیں کوشش کی جاتی ہے کہ کہیں رانوں سے پاؤں تک نہ لگ جائے۔ سر سے کمر تک ایسی بنیان لنگوٹی نما تلاش کی جاتی ہے کہ انسان حیران رہ جاتا ہے کہ یہ کیسے لوگ ہیں؟ مجھ جیسے شلوار، اچکن، پگڑی پہنے دیوانے کو تعجب کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ کہاں سے پرانی دنیا کا آدمی یہاں نکل آیا ہے۔ آنکھیں نیچی کئے مغفق بھر کا راگ الاپتا شرماتا چلا جاتا ہے۔ ان کو اپنی کالا انعام حالت اتنی مہذب معلوم ہوتی ہے کہ زندگی کا مقصد سوائے عیاشی و فحاشی کے کچھ بھی نہیں رہ گیا۔ شراب پانی کی طرح استعمال کرتے اور رنگ رلیوں میں زندگی گزارتے چلے جا رہے ہیں۔ اللہ ہی ہے جو ان کی اصلاح کے سامان کرے گا۔ بظاہر تو عاد و ثمود کی قوموں کا حشر ان کا نظر آتا ہے۔ دعائیں ضرور رنگ لائیں گی۔ اور مبلغ کی زندگی وطن سے دور، بیوی بچوں، رشتے داروں اور پیارے خلیفہ سے دور عجیب کیفیت اضطرار پیدا کئے رکھتی ہے۔ رات دن فکر میں ہوں کہ تبلیغ کسی طرح کامیاب ہو اور ہزاروں لاکھوں لوگ نورِ احمدیت سے منور ہوں۔

میرے پیارے استاد! میں مؤدبانہ التجا کرتا ہوں کہ میری دعاؤں سے امداد فرماویں خلیفۂ وقت کی صحیح معنوں میں نمائندگی کر سکوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سچا خادم بنوں اور کامیاب و کامران۔ آمین ثم آمین۔

متفرقات

پادری عبدالحق صاحب کی وفات

عیسائیوں کے ایک گاؤں مریم آباد سے بغرض تحقیق پادری عمانوئیل صاحب ربوہ آئے۔ انہوں نے یہ بھی اطلاع دی کہ گزشتہ چند ماہ پیشتر پادری عبدالحق صاحب مشہور عیسائی مناظر چنڈی گڑھ (بھارت) میں فوت ہو گئے ہیں۔ پادری عبدالحق صاحب سے ہمارے بہت سے تقریری مناظرے ہوئے اور ایک "تحریری مناظرہ" بھی ہوا تھا جو طبع شدہ ہے۔ اب ان کا معاملہ اللہ سے ہے۔ افسوس ہے کہ انہوں نے اسلام سے ارتداد اختیار کیا اور پھر دوبارہ حقانیت اسلام کا اقرار نہ کر سکے۔ شاعر نے خوب کہا ہے ؎

مرا بمرگِ عدو جائے شادمانی نیست
کہ عمرِ ما نیز جاودانی نیست

نیوز پرنٹ کا "مشکل مسئلہ"

ماہنامہ الفرقان کی اشاعت کے لئے ہر ماہ کی پندرہ تاریخ مقرر ہے مگر چونکہ اخباری کاغذ حکومت کے پرمٹ پر ملتا ہے اسکے حصول میں کافی دقت اور تاخیر بھی ہو جاتی ہے۔ گزشتہ ماہ جب پرمٹ لیکر آدمی لائل پور گیا تو وہاں سے جواب ملا کہ ابھی کاغذ نہیں آیا پھر آنا۔ بھلا جب کاغذ ہی موجود نہ تھا تو پرمٹ جاری کرنے کا کیا مطلب؟ اس مرتبہ جب پرمٹ لیکر آدمی گیا تو جواب ملا کہ ماہناموں کے پرمٹ منسوخ ہو گئے ہیں ان کو لائل پور سے کاغذ نہیں ملے گا۔ متعلقہ کارکن پھر درویش بر جانِ درویش کے مطابق واپس آ گیا۔ پھر لاہور کے دفتر سے رجوع کیا گیا۔ اب پھر ۱۶ اپریل کو نیا پرمٹ لائل پور ہی کا آیا اور بمشکل وقت کاغذ میسر آیا۔

ہماری درخواست ہے کہ لاہور سے دُور دراز فاصلے کے اخبارات و رسائل کو چند ماہ کا اکٹھا کوٹہ دیدیا جایا کرے تو مشکل قدرے حل ہو سکتی ہے۔ متعلقہ افسران اس پر ہمدردانہ غور فرمائیں۔

رشتہ کے بابرکت ہونے کیلئے درخواست دعا

میرے بھائی عزیزم حافظ عبدالغفور صاحب تاجر کراچی سابق مبلغ جاپان کی بچی عزیزہ امۃ القیوم صاحبہ سلمہا کی تقریب رخصتانہ ۷ اپریل کو منعقد ہوئی۔ عزیزہ کا نکاح عزیزم میر احمد صاحب فلائنگ آفیسر پشاور سے ہوا ہے۔ احباب رشتہ کے بابرکت ہونے کے لئے دعا فرمائیں۔

دعائے نعم البدل کے لئے درخواست

میرے داماد عزیزم ملک منصور احمد صاحب عمر مبلغ اسلام فرینکفورٹ جرمنی کی نوزائیدہ بچی عزیزہ عامرہ ایک ماہ کی زندگی پا کر فوت ہو گئی انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ انہیں بھی اور میری بچی عزیزہ امۃ السمیع راشدہ سلمہا اللہ ربوہ کو صبر جمیل کی توفیق بخشے اور نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین

(ابوالعطاء)

شیزان
گھر بھر کی خوشی
اور صحت کا
ضامن ہے
شیزان
انٹرنیشنل لمیٹڈ

الفردوس

انارکلی میں

لیڈیز کپڑے کے لئے

آپ کی اپنی

دکان ہے

الفردوس

۸۵ - انارکلی - لاہور

مفید اور مؤثر دوائیں

نور کا جل

ربوہ کا مشہور عالم تحفہ

آنکھوں کی صحت اور خوبصورتی کیلئے نہایت مفید

خارش، پانی بہنا، بھینی، ناخنہ، ضعفِ بصارت

وغیرہ امراضِ چشم کے لئے نہایت ہی مفید ہے۔ عرصہ

ساٹھ سال سے استعمال میں ہے۔

قیمت خشک وتر فی شیشی سوا روپیہ

تریاق اٹھرا

اٹھرا کے علاج کیلئے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ

کی بہترین تجویز جو نہایت عمدہ اور اعلیٰ اجزاء کے ساتھ

پیش کی جا رہی ہے۔

اٹھرا بچوں کا مُردہ پیدا ہونا، پیدا ہونے کے بعد

جلد فوت ہو جانا یا چھوٹی عمر میں فوت ہو جانا یا لاغر ہونا،

ان تمام امراض کا بہترین علاج ہے۔

قیمت پندرہ روپے

خورشید یونانی دواخانہ رجسٹرڈ

گولبازار، ربوہ - فون نمبر ۵۳۸

(طابع وناشر ابوالعطاء جالندھری ٭ پرنٹر سید عبدالحی ٭ مطبع ضیاء الاسلام پریس ربوہ ٭ مقامِ اشاعت دفتر الفرقان ربوہ)

محترم جناب سیٹھ محمد اعظم صاحب آف حیدرآباد دکن

تاریخ وفات درمیانی شب ۱۶.۱۵ مارچ ۱۹۷۴ء

محترم سیٹھ صاحب مرحوم سلسلہ کے ایک عاشق اور فدائی خادم تھے ۔ ان کی وفات ایک جماعتی صدمہ ہے ۔ وہ خود بھی اور ان کا سارا خاندان نہایت مخلص ہیں ۔ سیٹھ صاحب مرنجان مرنج بزرگ تھے ۔ نہایت وفادار دوست تھے طبیعت میں عمدہ ظرافت تھی ۔ مقبرہ بہشتی میں زمرۂابرار میں مدفون ہوئے ۔

احباب سے درخواست ہے کہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالی ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کے اهل و عیال کا حافظ و ناصر ہو ۔ آمین

Monthly AL-FURQAN Rabwah

FINE

MARBLE INDUSTRIES (Regd.)

MARBLE SPECIALISTS, ARTISTS, PROCESSORS
EXPORTERS & IMPORTERS

★ Artistic

★ Marble

★ Handicrafts

★ Flooring

★ Stairs

★ Fountains

★ Bird Baths

and all others decorations best & selected quality guaranteed.

For your Bungalows, Houses, Buildings, Gardens, Theatres, Bathrooms, and other requirement our Factory can supply you Marble of different colours i.e., White Black — Pink — Maroon — Grey — Zebra and white with green Lines and Shades, of all sizes tiles and slabs. We specially manufacture tile of Baths 4"x4"x8"3/8 and 6"x6"x3/8" at very reasonable competitive rates Kindly contact our SALE CENTRE for your requirements of MARBLE.

2, South East Corner,
Central Com. Area off Tariq Road,
Opp. P.B.S. Petrol Pump
P.E.C.H.S. KARACHI—29.

Managing Partner :

Fine Marble Industries

27/268, Industrial Area,
KORANGI, (KARACHI)
Phone 414248

Title printed at Nusrat Art Press, Rabwah.